



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔۔۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ اَحِبَاب۔۔۔۔۔

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔۔

ناولز کی دنیا "ویب سائٹ / گروپ / پیج" دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپ کی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپ کو لنکس مل جائے گے ان سب کے۔۔

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں۔۔۔

شکریہ۔۔۔۔۔

تیرے عشق میں تباہ ہوا

از قلم: نور بانو

حصہ: اول

جو بد بھی ہے اور نیک بھی

انسان خیر اور شر کا روپ ہے

جو سیاہ بھی ہے اور سفید بھی

جو یکساں بھی ہے اور انیک بھی

جو بد بھی ہے اور نیک بھی

آج رشیا میں تلو ہونے والا سورج پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ماسکو سے دور شہر کے باہر ویرانے میں بنا لکڑی کا یہ چھوٹا سا خستہ حال کاٹیج اپنے پیروں پر خاموشی سے کھڑا یاسیت سے بے رحم چیخ و پکار کی آوازیں سن رہا تھا۔ کرب و جوار میں نا بندہ تھا اور نہ بندے کی ذات..

وہاں دور دور تک جھاڑیوں اور بلند قامت درختوں کے سوا کوئی نہیں تھا جو اُن کی مدد کو آسکتا۔

کاٹیج کی کھڑکی سے اندر جھانک کر دیکھوں تو کمرے میں نیم اندھیرا تھا مگر کرسی پر زخمی حالت میں بیٹھے شخص کا چہرہ صاف دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے جسم کے مختلف حصوں سے خون رس رہا تھا اور پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

"پلیز ہمیں چھوڑ دو ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

کرسی پر رسیوں سے جکڑے اس زخمی شخص نے سامنے صوفے کی پشت پر لا پرواہی سے بازو پھیلا کر بیٹھے شخص سے گڑگڑاتے ہوئے التجا کی۔

وہ جو صوفے پر پرسکون انداز میں ٹانگ پر ٹانگ ٹکائے بیٹھا تھا۔ سرد مہری سے مسکراتے ہوئے سیدھا ہوا اور ایک نظر سامنے بیٹھے زخمی شخص پر ڈالی۔ اور مصنوعی افسوس ظاہر کرتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

وہ شفاف سیاہ رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا اور سر پر فیڈورا ٹوپی اور ہاتھوں میں سیاہ چمڑے کے گلووز پہن رکھے تھے۔ انگلیوں کے درمیان سگھار اور گلے میں اسکارف ڈالا ہوا تھا۔ پیروں میں سیاہ رنگ کے لیڈر بوٹس تھے، جو نیم اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے۔

صوفے کے پیچھے کھڑکی سے اندر داخل ہونے والی سورج کی روشنی کے سبب اُس بے رحم شخص کا وجود سیاہ اندھیرا دکھائی دیتا تھا اور چہرہ بالکل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تم میرا کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتے۔" اس نے انگلیوں کے درمیان دبے سگار کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"لیکن میں۔" رُک کر انگلی سے اپنے گھٹنے پر دستک دی۔

"لیکن میں تمہارا سب کچھ بگاڑ سکتا ہوں، تمہاری سانسیں میرے ہاتھوں میں ہے کیون۔۔"

اس شخص نے سر پیچھے صوفے پر ٹکاتے ہوئے سفید دھواں ہوا میں خارج کیا۔

"تم نے میری بات نامان کر بہت بڑی غلطی کر دی ہے، اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ جہنم کیسی ہوتی ہے"

وہ درندگی سے مسکرایا۔

"وہ میڈیسن کمپنی میری ہے حجاج میں اس کمپنی کا مالک ہوں۔ تم میرے فیصلوں میں دخل اندازی نہیں کر سکتے، میرے خوابوں کے درمیان نہیں آسکتے۔ میں تمہیں اس چیز کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا"

کیون نے ایک دہکتی ہوئی نگاہ حجاج پر ڈالی تھی جس کے لبوں پر سلگا دینے والی مسکراہٹ تھی۔

"خوابوں کو کامل کرنے کے لئے زندہ رہنا شرط ہے۔ جب تم زندہ ہی نہیں رہو گے تو اپنے خوابوں کو پورا ہوتے کیسے دیکھو گے؟" اُس نے طنزیہ انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

"مجھے تو یہ سوچ کر افسوس ہو رہا ہے کہ تمہاری موت کا غم تمہاری بیچاری بیوی کیسے برداشت کرے گی"

اس نے آنکھیں سکوڑ کر کیون کی بیوی کی جانب دیکھا تھا۔ وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے دونوں ہاتھ پیچھے پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اپنے وجود پر اس بے رحم شخص کی نظریں محسوس کرتے ہوئے وہ گھبرا کر مزید سمٹ گئی تھی۔

"فکر مت کرو حجاج یوسف زندانی کا معیار ابھی اتنا نہیں گرا کے تم جیسی معمولی عورت پر نظر ڈالے گا۔"

وہ پنجنوں کے بل اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے سگار کا دُھواں اس کے چہرے پر اڑاتے ہوئے بولا۔

"جہنم میں جاؤ گے تم۔" وہ نفرت آمیز لہجے میں دبا دبا سا چلائی۔

"جہنم میری آرام گاہ ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے حد آہستگی سے بولا تھا۔ حجاج کی خون رنگ آنکھوں کو دیکھ کر اُس کی ریڑھ کی ہڈی میں کرنٹ دوڑ گیا۔

"دور ہٹ میری بیوی سے کہنے۔"

کیون نے نفرت سے پھنکارتے ہوئے چلا کر کہا تھا۔ اُس کی پشت پر رائفل تھام کر کھڑے شخص نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر زور سے رائفل کے پچھلے حصے سے ضرب لگائی تھی۔ وہ نڈھال سا آگے کو جھول گیا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے تارے جھلملانے لگے تھے۔

حجاج آہستگی سے اُٹھا اور چھوٹے چھوٹے ڈگ بھرتا ہوا اس کے سامنے آیا اور کرسی کے بازوؤں پر دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے ہلکا سا جھکا۔

"ویلم ٹو ہیل"

اس نے کیون کے کان میں آہستگی سے سرگوشی کی تھی۔ کیون نے لرزتی ہوئی پلکیں اٹھا کر اُسے دیکھنے کی کوشش کی مگر ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے دھند پھیلتی دکھائی دے رہی تھی۔ اُسے سیاہ رنگ کے حیولے ایک ایک کر کے اپنے سامنے سے غائب ہوتے دکھائی دیئے۔

باہر کھلی فضا میں کاٹیج کی جانب پشت کئے حجاج پر سکون انداز میں سگار سُلگا رہا تھا۔ چند سیکنڈز بعد اُس کے باقی کے بندے بھی کاٹیج سے باہر نکل آئے تھے۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑے سگھار کو غور سے دیکھا۔ حجاج کے چہرے پر خوفناک سی خاموشی تھی۔ بالکل طوفان سے پہلے والی خاموشی۔

ارد گرد پیٹرول کی بُو پھیل چکی تھی اس نے سگار کو پیچھے کی سمت ہوا میں اُچھالا اور اپنے کندھے سے نادیدہ گرد جھاڑتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ ایک کے پیچھے ایک گاڑیاں زن سے سڑک کی جانب بڑھی تھیں اور پیچھے اس خوفناک سناٹے میں اذیت ناک چیخیں ہوا میں گونج رہی تھیں۔ کاٹیج کی خستہ حال لکڑیوں نے تیزی سے آگ پکڑی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا کاٹیج آگ کی زد میں آگیا تھا۔

حجاج یوسف زندانی رشیا کا سب سے خطرناک ڈان اور مافیا ورلڈ کا جانا پہچانا نام تھا۔ شیطان بھی اس کے دربار میں حاضری لگواتا تھا کیونکہ وہ انسان کی کھال میں ایک بے رحم درندہ تھا۔ جس

کے قہر سے اُس کے دُشمن پناہ مانگتے تھے۔ تاریخ کے پنوں پر اس کی بربریت کی داستانیں رقم تھیں۔

وہ دیکھنے میں جتنا وجیہ اور خوش قطع تھا۔ اُس کے اعمال اُتنے ہی زیادہ مکروہ اور سیاہ تھے۔ ہاں ایک اچھی عادت تھی اُس میں وہ عورتوں کے ساتھ بہت نرمی سے پیش آتا تھا۔ خاص طور پر خوبصورت عورتوں کے ساتھ۔۔۔۔۔

ڈرگ ڈیلنگ، کڈنپنگ اور منی لانڈرنگ جیسے کام اُس کے لئے چائے ناشتے کے مانند تھے۔ وہ بندہ مارنے سے پہلے بالکل بھی نہیں سوچتا تھا، سوائے اس کے کہ اُسے مارنا کیسے ہے۔

☆...☆...☆

ماسکو، شہر جناؤں کا دل، جہاں رات کی گہرائیوں میں جرائم اور رازوں کی سازشیں پلٹتی تھیں۔ شہر کی تاریک سڑکوں پر شب کے اندھیرے میں قاتلوں کی سایہ دار موجودگی کا احساس ہوتا تھا۔ جہاں کی گلیوں میں عیسیٰ خلجی اور حجاج یوسف زندانی کے خوف کے سائے رقص کرتے تھے۔

اسی طرح اُس رات بھی حجاج اور عیسیٰ کے آدمیوں کے درمیان زبردست مٹھ بھڑ جاری تھی۔ گولیوں کی بوچھاڑ اور دھماکے کے شور سے لوگ خوف کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

اور اسی بھگدڑ کے دوران پہلی بار اُس کی نظر، اُن آنکھوں پر پڑیں۔ سنہرے رنگ کی، خوف زدہ اور ڈری ہوئیں آنکھیں۔

حاج نے اُن آنکھوں کو دیکھا پھر وہ کچھ نہیں دیکھ پایا۔

وہ سڑک کے وسط میں کھڑی تھی اُن دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ مگر پھر بھی اسٹریٹ لائٹ کی مدھم سی روشنی میں حاج اُس کی سنہری آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں دیکھ سکتا تھا۔ اُس نے چہرے پر سیاہ رنگ کا ماسک لگایا ہوا تھا۔ بالوں کو ہوا کے سپرد کئے وہ لوگوں کے درمیان خوف کے عالم میں کھڑی خوفزدہ سی یہاں وہاں دیکھ رہی تھی۔

یکدم حاج کی گرفت بندوق پر ڈھیلی ہوئی۔ ایسی آنکھیں اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ وہ سحر انگیز انداز میں مبہوت سا اُسے دیکھنے لگا۔ ایک پل کے لئے ارد گرد کا سارا شور مدھم ہوتا چلا گیا اور منظر سے ہر شہ غائب ہو گئی۔ اس افراتفری میں اُسے بس وہ دو آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔

سب کچھ دُھواں دُھواں ہو گیا تھا اور اچانک اس دُھوے کو پھاڑتی ہوئی ایک گولی قریب سے اُس کے کندھے کا ماس اڑاتے ہوئے نکلی تھی۔ وہ جھنجھلا کر ہوش میں آیا۔ اس کے کندھے سے گرم سیال بہہ رہا تھا۔

مبہوت زدا آنکھوں کا رنگ یکدم سرخ ہوا اور اس نے لگاتار ایک کے بعد ایک دو فائر کئے تھے۔ جو سیدھا عثمان خلجی کے سینے میں پیوست ہوئی تھیں۔ وہ بے جان سا ہو کر زمین بوس ہوا تھا اور پھر دونوں جانب سکوت چھا گیا۔

حاج اپنے زخمی کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نڈھالی میں نیچے گرنے لگا مگر اس کے ساتھ موجود گارڈز نے اُسے فوراً تھام لیا۔

اس کی سفید رنگ کی شرٹ سرخ ہو چکی تھی۔ اس نے بو جھل ہوتی لرزتی پلکوں کو بمشکل اٹھاتے ہوئے اُن آنکھوں کو دوبارہ ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ آنکھیں اس رات کی تاریکی میں کہیں غائب ہو گئی تھیں۔

☆...☆...☆

(چھ ماہ بعد)

حاج یوسف زندانی اس وقت سٹریپ کلب کے وی آئی پی سیکشن میں اپنے بزنس پارٹنرز اور چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پس منظر میں تیز میوزک بج رہا تھا۔ وہاں سب موسیقی کی دھن پر ناچتے ہوئے شراب نوشی میں مصروف تھے۔ اور کچھ لوگ درمیان میں موجود اسٹیج پر پول پر رقص کرنے والی خواتین پر پیسے پھینک رہے تھے۔

"عیسیٰ اپنے بھائی کی موت پر خاموش نہیں بیٹھے گا حاج۔"

مار کو نے جھک کر ٹیبل سے پائپ کے ذریعے ڈرگز کو ناک سے اندر کھینچتے ہوئے کہا۔ وہ لاؤنج میں رکھے صوفے پر اُس کے بالکل سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"میں بُرے کام بھی بہت ایمانداری سے کرتا ہوں اور میں اپنے کام میں رتی بھر بھی جھول برداشت نہیں کر سکتا۔" حجاج نے گلاس میں موجود مائع کو حلق میں اندھیلے ہوئے دو ٹوک انداز میں جواب دیا۔

" مگر وہ تمہارا۔" اُس نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
حجاج کے زخم ہرے ہو گئے۔

سرخ تھر تھراتی روشنی میں بچپن کی ایک تصویر کالے سائے کی طرح آنکھوں کے سامنے طواف کرنے لگی۔

"اُس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا مار کو۔" وہ رُکا جیسے کچھ سوچ رہا ہو
"اور اگر کوئی تعلق تھا بھی تو وہ میری ماں کے جنازے کے ساتھ دفن ہو گیا" اس نے خالی گلاس کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

مار کو اس کلب کا مالک بلکہ ماسکو شہر میں موجود تقریباً سبھی سٹریپ کلبز کا مالک تھا اور حجاج کے بچپن کا دوست بھی تھا۔ ڈرگ ڈیلنگ اور دوسرے انڈر ورلڈ کے کاموں میں وہ دونوں برابر کے شریک تھے۔

حاج نے پول پر ناچتی لڑکی کو خشمگین انداز میں گردن کڑا کر دیکھا۔

اس کی ایک نظر پر وہ مردوں کے درمیان سے اپنی مخصوص چال میں چلتے ہوئے فوراً اس کے پاس آئی اور ٹیبل سے شراب کا گلاس اٹھا کر حاج کے لبوں سے لگایا۔

"تمہیں اب شادی کر لینی چاہئے حاج۔" اس نے دھوے کو ہوا میں اڑاتے ہوئے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"شادی مجھ جیسے شخص کے لئے نہیں ہے۔"

اس نے پہلو بدلا تو اس کا انداز سمجھتے ہوئے اس کی بانہوں میں مقید لڑکی اٹھ کر پاس بیٹھے دوسرے شخص کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"تو پھر؟" وہ پیچھے ٹیک لگاتے ہوئے مستفسر ہوا۔

"میں شیطان ہوں اور شیطانوں کی بیویاں نہیں ہوتیں۔"

اس نے زور سے قہقہہ لگایا اس کی بات پر لاؤنچ میں بیٹھے باقی لوگوں نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

"اور ویسے بھی کوئی بھی معمولی سی عورت مجھے برداشت نہیں کر سکتی"

حاج نے خالی گلاس کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ ذہن کے کسی حصے میں بھولی ب سری یاد نے آہستگی سے دم بھرا، سنہرے رنگ کی آنکھیں پس منظر میں دکھائی دیں۔

"تو پھر کس قسم کی عورت تمہیں برداشت کر سکتی ہے؟"

وہ چونکا، سوال بالکل غیر متوقع تھا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی بھی اس بارے میں سوچا نہیں تھا۔ لوگوں کی جانیں لینے والا کسی کی جان کیسے بن سکتا تھا۔ اس نے ہنوز خالی گلاس کو گھورتے ہوئے سوچا تھا۔

"مجھے سنبھالنے کے لئے کوئی مجھ جیسی ہی ہونی چاہئے مارکو۔"

اس کی آواز کی لرزش بتا رہی تھی کہ وہ نشے میں تھا۔ لُوکا، اس کا سیکنڈ-ان-کمانڈ، (جو اس کی غیر موجودگی میں اس کے سارے اہم فیصلے لیتا تھا) اس کے پاس، اس کے پیچھے پشت پر دونوں ہاتھ باندھے خاموشی سے کھڑا اُن سب کی گفتگو سُن رہا تھا۔

وہ ایک درمیانے قد کاٹ کا خوش شکل شخص تھا۔ وہ دکھنے میں جتنا سنجیدہ نظر آتا تھا، اندر سے اتنا ہی خوش مزاج تھا۔ اُس نے ایک عرصہ پولیس میں نوکری کی تھی۔ جہاں اس نے میڈلز تو بہت کمائے تھے مگر پیسے نہیں کما سکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ایماندار آفیسر کو پولیس کی نوکری چھوڑنی پڑی تھی۔ اُس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی اور بہت سی جھائیاں تھیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کے اندر ایک عجیب سی مردانہ کشش تھی۔ جو اُسے جاذب نظر بناتی تھی۔

حاج نے اُسے شراب اور سگار کی پیشکش کی، لیکن اس نے دونوں سے انکار کرتے ہوئے ایک بار پھر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب دیکھا تھا۔

"تمہیں کہیں جانا ہے لُوکا؟" وہ بڑبڑایا

"آپ نے ڈنر مس کر دیا ہے باس "

حاج نے اُسے نظر ترچھی کر کے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"مجھے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے، یہ ہے نا میرے کھانے پینے کا دھیان رکھنے کے لئے۔"

وہ مضحکہ خیز انداز میں بولا تو سب نے ایک بار پھر اس کی بات پر قہقہہ لگایا تھا جواباً لُوکا نے خجالت سے سر جھکا دیا۔

"کھانے اور پینے کے علاوہ بھی انسان کی بہت سی ضروریات ہوتی ہیں حاج۔"

وہاں موجود دوسرے شخص نے تبصرہ کیا تھا۔

"جیسے کے؟" حاج نے بمشکل آنکھ کھولتے ہوئے سوال کیا۔

"جیسے کے انسان کا دل۔" اس شخص نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا۔

"اب دل کا خیال رکھنے والا بھی تو کوئی ہونا چاہئے نا"

اُس نے شرارت سے آنکھ دباتے ہوئے وُسکی کا گلاس ہونٹوں سے لگایا۔

"میرے سینے میں دل نہیں بس راکھ باقی ہے"

سر پیچھے صوفے پر گرائے، چھت کو گھورتے ہوئے اس نے سینے پر انگلی سے دستک دی۔

"اور راکھ کو سنبھال کر نہیں رکھا جاتا، اس کے مقدر میں بکھرنا لکھا ہے"

نشے میں بھی اس کی حاضر جوابی کمال کی تھی۔ سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ کلب

کی سرخ روشنی میں اس کا مدہوش سراپا، وہ واقعی کوئی یونانی دیوتا لگ رہا تھا۔

"اس کا مطلب تم کبھی کسی سے محبت نہیں کرو گے؟" مار کو بنا پوچھے رہنا سکا۔

"محبت؟ اور حجاج یوسف زندانی؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

وہ نفی میں سر کو جنبش دیتے ہوئے بولا۔ اس کے لہجے سے پر اعتمادی واضح جھلک رہی تھی۔

"اتنا اوور کانفیڈنس اچھا نہیں میرے دوست کیونکہ محبت اس کتے کی طرح ہے جو اونٹ پر

بیٹھے شخص کو بھی اُچک کر کاٹ لیتی ہے۔ بس انسان کی قسمت خراب ہونی چاہیے"

مار کو کا انداز مضحکہ خیز تھا وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرانے لگا۔

حجاج چھتیس سال کا بے حد خوبصورت اور وجیہہ شخص تھا۔ شہد رنگ آنکھیں اور مخروطی ناک

اس کے کلین شیو چہرے پر بہت جچتی تھیں۔ اُس کی آنکھ کے بالکل نیچے ایک گہرے کٹ کا

نشان بھی تھا۔ لیکن اُس کی آنکھوں کا رنگ ان کی خوبصورتی کو ماند نہیں پڑنے دیتا تھا۔ بلکہ انہیں مزید پرکشش اور دلکش بناتا تھا۔

وہ عام مردوں سے بالکل الگ تھا۔ اُسے دیکھ کر کوئی بھی لڑکی اپنا آپ دل و جان سے اس پر وارنے کے لئے تیار ہو سکتی تھی اور اُسے اس بات کا بخوبی اندازہ بھی تھا۔ لیکن اس کے باوجود اُسے کسی بھی قسم کا کوئی گمان نہیں تھا۔ اور یہی بات حجاج یوسف زندانی کو باقی مردوں سے زیادہ معتبر اور پرکشش بناتی تھی۔

☆...☆...☆

زندانی اور خلیجیوں کے درمیان یہ ٹسل نئی نہیں تھی۔ دونوں خاندانوں کے بیچ سانس لیتی اس دشمنی سے رشیا کا بچہ واقف تھا۔

انہوں نے جتنا اپنے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کی اتنا ہی ہر گزرتے وقت کے ساتھ ان کے درمیان تعلقات مزید بگڑتے گئے۔

محبت بہتے پانی کی طرح ہوتی ہے جو ایک مذہب سے دوسرے دھرم تک، زمین سے آسمان تک، لہروں سے کناروں تک نہتے سفر کرتی ہے۔

ان دونوں نے بھی اپنی محبت کے حصول میں آبلہ پاؤں دور تک سفر کیا تھا۔ ایک دوسرے سے جدائی اور سالوں کی تنہائی کاٹی تھی۔

ماریہ خلجی اور یوسف زندانی حریف خاندانوں سے تعلق رکھنے کے باوجود بھی ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے۔

اُن کے عشق نے شدت پکڑی تو زمانے سے چھپی نارہی، سچے احساسوں نے نفرت کو جنم دیا تو خون خرابوں کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ نفرت اور محبت کی جنگ میں بہتوں کے سر قلم ہوئے، بہتوں کا جگر لہو ہوا۔

مگر محبت کا طوق سب سے بھاری ہوتا ہے نفرت کی گردن پر پڑ جائے تو اُسے جھکا کر ہی دم لیتا ہے۔ مقابل کو ہار تسلیم کرنی ہی پڑتی ہے۔

علی زندانی اور ابراہیم خلجی جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے، لیکن محبت سے لڑتے لڑتے ہار گئے، اولاد کی محبت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ سالوں کی دشمنی پل میں ڈھیر کر دی۔ صدیوں کا فاصلہ سمیٹ کر لمحوں میں مقید کر دیا۔

جیسے محبت نہیں جادو ہو جس کا منتر پڑھتے ہی سب کچھ بدل گیا۔ دونوں خاندانوں کی دوستی کے چرچے اخباروں میں چھپنے لگے۔

یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے لئے ہر لحاظ سے کافی خوشگوار ثابت ہوا تھا۔ اس رشتے کے جڑنے سے اُن کے ذاتی مراسم کے ساتھ ساتھ بزنس میں بھی مثبت تبدیلیاں آئی تھیں۔

لیکن بعض دفع محبت بھی نفرت کو مات دینے کے لئے کم پڑ جاتی ہے۔ سب کچھ صحیح چل رہا تھا۔ ماریہ اور یوسف مطمئن اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ اُن کے بیٹے حجاج یوسف زندانی کی گیارہویں سالگرہ تھی۔

ان گیارہ سالوں نے ان کے درمیان موجود تلخیوں کو تقریباً ختم کر دیا تھا۔ دونوں خاندان ایک چھت تلے اکٹھے تھے۔ وہ سب بہت خوش نظر آرہے تھے۔

ایک کٹنے والا تھا سب لان میں ماریہ کا انتظار کر رہے تھے۔ سفید ٹیلرڈ سوٹ میں نک سک سا تیار حجاج اپنی ماں کا منتظر تھا کہ اچانک کہرام مچ گیا۔

سب اوپر کمرے کی جانب بھاگے، جیسے ہی ابراہیم خلجی نے کمرے کا دروازہ کھولا ان کے کمزور وجود پر بجلیاں گر گئیں۔

ماریہ خلجی کی لاش سامنے پینکھے سے جھول رہی تھی۔ سُرخ لال چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔ جسم اکڑ کر سخت ہو گیا تھا۔ اور زبان دانتوں سے جا لگی تھی۔

یوسف زندانی سب کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے تو اپنی بیوی کے ساکت وجود کو دیکھ کر شذر رہ گئے۔ اُنہوں نے ماریہ کے ٹھنڈے وجود کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے دروازے کے ہینڈل کا سہارا لیا۔

مگر پاؤں میں لرزش اس قدر تھی کہ انہیں کھڑے ہونے میں مشکل پیش آنے لگی۔ اُن کا گھٹنا زور زور سے کانپ رہا تھا۔

گیارہ سالہ حجاج نے ایک نظر سامنے پنکھے سے جھولتے بے جان وجود پر ڈالی اور پھر اپنے حواس باختہ باپ کو دیکھا۔ وہ سمجھ نہیں سکا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو چہرے مسکرا رہے تھے۔ اب انہی چہروں پر افسردگی تھی۔

ماریہ خلجی کی لاش کو پنکھے سے اُتار کر بستر پر لٹایا گیا۔ ابراہیم خلجی کی نظر ماریہ کے ہاتھ میں موجود کاغذ کے ٹکڑے پر ٹھہر گئی۔ ڈینی نے باپ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ اس سے پہلے کہ ڈینی خط کی جانب ہاتھ بڑھاتے ابراہیم خلجی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ماریہ کے اکڑے ہوئے ہاتھ سے وہ کاغذ کھینچ لیا۔ جوں جوں وہ خط پڑھتے گئے۔ اُن کے تاثرات بدلتے چلے گئے۔ اور اچانک اُن کا خط پکڑا ہوا ہاتھ پہلو میں جاگرا، ڈینی نے زمین پر گرے بے جان کاغذ کے ٹکڑے کو اٹھایا۔

خط پڑھتے ہی ڈینی کی آنکھوں میں انگارے دھک اُٹھے، وہ چیل کی طرح یوسف کی جانب لپکے اور اُسے گریبان سے دبوچ لیا۔

"تیری وجہ سے میری بہن نے خودکشی کی ہے کینے۔"

ڈینی کی بات پر علی زندانی نے اپنے بیٹے یوسف کی جانب بے یقینی سے دیکھا تھا۔ جو پہلے ہی ڈینی کی گرفت میں صدمے سے نڈھال بستر پر لیٹی اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔

"ڈینی، ہوش میں تو ہو تم؟" علی زندانی نے اُس کی مضبوط گرفت سے اپنے بیٹے کا گریبان چھڑاتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"میری غلطی تھی زندانی جو میں نے اپنی پھول سی بیٹی دشمن کے حوالے کر دی۔" ابراہیم خلجی جب بولے تو اپنی گرجدار آواز سے سب کو سہا گئے۔

عیسیٰ نے پہلی بار اپنے دادا کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔ وہ گھبرا کر اپنی ماں سے چمٹ گیا اور چار سال کا عثمان ماں کی گود میں بے چینی سے رونے لگا۔

"یہ لو پڑھو اپنے بیٹے کی بے وفائی کے قصے جس کے غم میں میری بیٹی نے خودکشی کر لی۔" ابراہیم خلجی نے خط علی زندانی کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔

"یہ سب چھوٹ ہے بکواس ہے، میں ماریہ سے محبت کرتا تھا ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" یوسف زندانی اپنی صفائی میں بولنے لگے جب ڈینی نے زور دار مکا ان کے منہ پر رسید کیا۔

دونوں خاندان کے مردوں نے ایک دوسرے پر بندوقیں تان لیں۔ ہر طرف چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔

"غلطی ہوگئی خون میں ملاوٹ کر کے تم زندانی کبھی کسی کے نہیں ہو سکتے۔" ابراہیم خلجی پھنکارے۔

"میں نے اس دن کے لئے تم سے رشتہ نہیں جوڑا تھا کہ ذرا سی غلط فہمی پر تم یوں آنکھیں پھیر لو۔"

علی زندانی نے بھی نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

ماریہ خلجی کی اچانک موت نے اُن کے درمیان نفرت کی کبھی ناگرنے والی ایسی دیوار کھڑی کر دی کہ مرتے دم تک ان دونوں نے ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھی۔ ماریہ کی موت یوسف کے لئے بہت بڑا شاک تھی۔ کیونکہ جو نظر آرہا تھا۔ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ وہ دونوں ایک آئیڈیل زندگی گزار رہے تھے۔

یوسف علی زندانی، ماریہ سے بے تحاشہ محبت کرتے تھے۔ اس لئے بے وفائی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے ابراہیم خلجی کو وضاحت دینی چاہی مگر اُن کا نقصان اتنا بڑا تھا کہ صرف وضاحتوں سے بھرپائی ناممکن تھی۔

ماریہ خلجی کے بڑے بھائی ڈینی نے کچھ بھی سُنے بغیر ہی علی زندانی اور یوسف زندانی کو اپنی بہن کا قاتل قرار دے دیا۔ غلط فہمی کے اس بھنور نے دونوں خاندانوں کو ایک بار پھر سے

ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیا تھا۔ اُن کی ہنستی کھیلتی زندگیوں میں ایک بار پھر نفرت کی تغیان آگئی تھی۔

ماریہ خلجی کی مشکوک موت کے بعد دونوں خاندان ایک بار پھر ایک دوسرے کے حریف بن گئے اور اُنہوں نے اپنی پوری زندگی ایک دوسرے سے دشمنی نبھاتے گزار دی۔

جذبوں میں ایک بار نفرت کی ملاوٹ ہو جائے تو چاہے جتنی بھی کوششیں کر لو اُنہیں پہلے جیسا شفاف نہیں کیا جاسکتا۔

علی زندانی کے وصال کے بعد تمام ذمہ داریاں یوسف زندانی کے ہاتھوں میں تھیں۔ مگر اپنی بیوی کی موت کے بعد وہ بہت ٹوٹ گئے تھے۔ محبت کی جدائی نے اُنہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

جس دن اُنہوں نے ماریہ کو دفنایا اُس دن اُس لحد میں وہ یوسف علی زندانی کا وجود بھی دفن آئے تھے۔

اُس دن کے بعد اُنہوں نے کبھی گن کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جس یوسف علی زندانی کے رعب اور دبدبے سے دنیا واقف تھی۔ اُس شناخت کو اُنہوں نے مسخ کر دیا تھا۔

لیکن کسی کے چلے جانے سے دنیا کے معاملات نہیں رکتے۔ زمین کی گردشیں نہیں تھمتیں، چاند تاروں کی چمک ماند نہیں پڑتی، زندگی چلتی رہتی ہے نئی ڈگر، نئے راستوں پر، اس لئے اپنی تمام ذمہ داریاں وہ حجاج کے سپرد کر دینا چاہتے تھے۔

لیکن وہ ماریہ اور اپنی محبت کی آخری نشانی کو اس دشمنی کی بھیٹ چڑھتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

وہ جانتے تھے وہ جس دنیا کے مکین ہیں وہاں موت کبھی پیچھا نہیں چھوڑتی لیکن پھر بھی انہوں نے ابراہیم خلجی سے معاہدہ کیا۔

صلح کا معاہدہ، حجاج ان کی بیٹی کا ایک لوٹا بیٹا تھا۔ اُن کا خون اور اس خاندانی دشمنی نے پہلے ہی بہت سے معصوم اور بے گناہوں کی جانیں لے لی تھیں۔

ابراہیم خلجی کے دل میں جتنی نفرت اپنی بیٹی کے قاتلوں کے لئے تھی۔ اتنی ہی حجاج کے لئے محبت بھی تھی۔ وہ یہ تو کبھی نہیں چاہتے تھے کہ اُن کا خون انہی کے فرش پر گرے۔

اس لئے یوسف زندانی اور ابراہیم خلجی نے مرنے سے پہلے باہمی افہام و تفہیم کے ساتھ اپنی اپنی وصیتوں میں اتحاد کا اعلان کر دیا۔

اپنے باپ کے اس فیصلے پر ڈینی نے بہت شور شرابہ کیا مگر ان کا فیصلہ اٹل تھا۔ جسے بادل ناخواستہ انہیں قبول کرنا پڑا۔

سب کچھ پہلے کی طرح چلنے لگا مگر دونوں خاندانوں کے بیچ حائل نفرت کی اس سرحد کو مٹانا ناممکن تھا۔ جس میں بے اعتباری اور بے اعتنائی کے نوکیلے کانٹے لگے تھے۔ جو معمولی سی بھی جنبش پیدا ہونے پر ہاتھوں کو زخمی کر سکتے تھے۔

اور ویسا ہی ہوا اتنے سالوں بعد وہ سب گھوم پھر کر ایک بار پھر سے اسکوائر ون پر آگئے تھے۔ عثمان خلجی کے قتل کے ساتھ اُن کے درمیان کھڑی اتحاد کی وہ آخری دیوار بھی ڈھے گئی، جس کی بنیاد پہلے ہی کمزور تھی۔

☆...☆...☆

یہ بڑا سا ہال نما کمرہ عیسیٰ خلجی کا آفس تھا۔ اس کمرے کی دائیں دیوار پر بڑی سی اسکرین موجود تھی۔ جس پر وہ باہر اور مینشن کے مختلف کمروں میں لگے کیمروں کی فوٹیج با آسانی دیکھ سکتا تھا۔

سامنے بڑی سی امپورٹڈ ٹیبل پر اس کا لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا۔ جس پر ایک نامعلوم فیکٹری کے کمرے کی فوٹیج چل رہی تھی۔ ٹیبل کے دوسرے جانب کرسی پر اس کا رائٹ ہینڈ ڈیوڈ براجمان تھا۔

عیسیٰ خلجی کا تعلق بھی اُسی دنیا سے تھا جہاں حجاج یوسف زندانی کے نام کا سکا چلتا تھا۔ خاندانی دشمنی نے ذہنوں کو اس طرح سے متاثر کیا تھا کہ دوستیوں میں بھی پھپھوندی لگ گئی تھی۔

نو عمری کے ساتھی خاندانی روایت کو زندہ رکھتے رکھتے حریف بن گئے تھے۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ عیسیٰ خلجی کے دل میں حجاج یوسف زندانی کو موت کی نیند سُلانے کی خواہش شدت پکڑتی تھی۔

"میں اُسے بہت بُری موت ماروں گا ڈیوڈ اس کا انجام بھی اس کی ماں جیسا ہوگا۔ پہلے تو میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے لیکن اب میں بالکل آزاد ہوں۔ حجاج کی ایک غلطی نے میرے پیروں میں پڑی بیڑیوں کو توڑ دیا ہے۔" عیسیٰ نے لیپ ٹاپ کی اسکرین گراتے ہوئے زہر خند لہجے میں کہا۔

"لیکن ایسا کیسے ممکن ہوگا وہ اکیلا ہے۔ اس کا اس دنیا میں کوئی رشتہ نہیں، اُسے نا تو جینے کا لالچ ہے اور نہ مرنے کا ڈر، اس کی کوئی کمزوری نہیں ہے جسے ہم اس کے خلاف استعمال کرتے ہوئے اُسے گھٹنوں پر لاسکے۔" ڈیوڈ نے انگلی سے ٹھوڑی خرچتے ہوئے استفسار کیا۔

"ہر انسان کے اندر کوئی نا کوئی خلاء موجود ہوتی ہے۔ جسے بھرنے کی طلب میں وہ ادھر ادھر خوار ہوتا ہے۔ جسے وہ دنیا کی نظروں سے بچا کر رکھتا ہے۔ اپنے اندر چھپا کر رکھتا ہے"

وہ اپنی پاور سیٹ پر ٹیک لگا کر بیٹھا سیدھے ہاتھ سے ٹیبل پر رکھے سپر ویٹ کو گھماتے ہوئے کسی گہری سوچ میں مبتلا دکھائی دیتا تھا۔

"ہمیں بس اس کی کمزوری ڈھونڈنی ہے ڈیوڈ اس کے بعد حجاج یوسف زندانی کی تباہی کے قصے تاریخ کے پنوں پر درج کئے جائیں گے۔" اس نے ایک دم پیپر ویٹ کو غصے سے بھینچا تھا۔ ٹیٹوں سے بھرے اس کے کسرتی بازوؤں پر ابھرتی اُس کی نسیمیں اور ماتھے پر بچھا شکنوں کا جال اس کی نفرت کی شدت کو صاف ظاہر کر رہا تھا۔

"بٹ سر آپ تو حجاج کو بچپن سے جانتے ہیں نا آپ کا کزن ہے آپ کو تو اس کے بارے میں سب کچھ پتا ہو گا۔" ڈیوڈ نے انجانے میں عیسیٰ کے پرانے زخموں کو خراج دیا تھا۔ یکدم عیسیٰ خلجی کے ماتھے کی سلوٹیں سمٹیں اور آنکھوں کی پتلیوں پر دھندلاہٹ سی چھا گئی۔

(گرمیوں کے دن تھے گارڈن میں رنگوں کی بہار تھی۔ شام کا وقت تھا اور ٹھنڈی ہوائ نے موسم کی خوشگواریت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ ایسے میں حجاج اور عیسیٰ گارڈن میں سائیکل چلا رہے تھے۔ اور عثمان ہری گھانس پر بیٹھا تھا۔ اس کے ارد گرد کھلونے بکھرے ہوئے تھے اور پاس اس کی نینی کھڑی ہوئی تھی۔ یکدم حجاج کا توازن بگڑا اور وہ سائیکل سمیت کانٹے دار پھولوں کی کیاری میں گر گیا۔

نینی کا رخ دوسری جانب تھا اور وہ کافی دور کھڑی تھی اس لئے اُسے علم نہ ہو سکا کہ حجاج سائیکل چلاتے چلاتے گر گیا ہے۔ البتہ عیسیٰ اس کے ساتھ تھا۔ وہ فوراً سائیکل سے اُترا اور دوڑ کر حجاج کو بازوؤں سے پکڑ کر کانٹوں کے حصار سے نکالا۔

حاج نے نیلے رنگ کی ہالف آستین کی ٹی شرٹ اور شارٹس پہنے ہوئے تھے۔ جس وجہ سے اس کے ہاتھ، گھٹنے اور بازوؤں پر کاٹنے چھنے کی وجہ سے چوٹ لگ گئی تھی۔

عیسیٰ نے باری باری نرمی سے حاج کی ہتھیلیوں کو صاف کیا پھر پنچوں کے بل بیٹھ کر اس کے شارٹس پر لگی مٹی جھاڑی۔

حاج کہ آنکھ کے نیچے اور کہنی سے خون رس رہا تھا۔ اس نے نرمی سے اس کے زخم پر پھونک ماری۔

"بہت درد ہو رہا ہے؟" رک کر معصومیت سے اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا جہاں ہلکی سی نمی تھی۔ حاج نے سر نفی میں ہلا دیا۔ مگر عیسیٰ کو تسلی نہیں ہوئی۔ وہ فوراً دوڑ کر ماریہ خلجی کے کمرے میں گیا اور بیڈ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھا فرسٹ ایڈ باکس نکال لایا۔ گارڈن میں رکھی چیئر پر حاج کو بٹھاتے ہوئے وہ دوسری کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا اور روئی سے زخم صاف کرنے لگا۔

زخم پر اینٹی سپٹک لگتے ہی جلن کے مارے حاج کے لبوں سے سسکی نکلی تو عیسیٰ نرمی سے اس کے زخم پر آہستہ آہستہ پھونک مارنے لگا۔

حاج عمر میں عیسیٰ سے بس ایک سال چھوٹا تھا لیکن اس کے لئے وہ بالکل عثمان جیسا تھا۔ وہ جتنی محبت عثمان سے کرتا تھا۔ اتنی ہی محبت حاج سے بھی کرتا تھا۔

"عثمان کتنا لکی ہے اس کے پاس تم ہو کاش میرا بھی تم جیسا بھائی ہوتا۔" معصومیت سے خواہش کا اظہار کرتے وہ اداس ہو گیا۔

"میں ہوں تو تمہارا بھائی میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی دوسرے کی کیا ضرورت۔" آنکھ کے نیچے کٹ پر مرہم لگاتے ہوئے عیسیٰ نے ناراضگی ظاہر کی۔

"لیکن تم ہر وقت میرے ساتھ میرے گھر میں تو نہیں رہتے نا کبھی کبھی آتے ہو۔ میں اکیلا یہاں بور ہو جاتا ہوں۔" گالوں کو ہتھیلی پر ٹکاتے ہوئے وہ مزید اداسی سے بولا۔

"تم جب بھی خود کو تنہا محسوس کرو تو مجھے بلا لیا کرنا آئی پر اس میں فوراً آجاؤں گا " "لیکن میرے بلانے پر تم کیوں آؤ گے؟"

"کیونکہ ہم بھائی بھائی ہیں اور ماریہ آنٹی کہتی ہیں بھائی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں۔ چاہے غم ہو یا خوشی، مشکل ہو یا آسانی وہ ایک دوسرے کو تنہا نہیں چھوڑتے۔ میں بھی تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا جیسے عثمان کی کرتا ہوں۔" وہ مسکرایا

"ہاں ٹھیک کہاں ہم بھائی بھائی ہیں آخری سانس تک ساتھ رہے گیں۔ میں بھی کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا اور ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"وعدہ؟"

نرمی سے بڑھے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے حجاج، عیسیٰ کے گلے سے لگ گیا۔

"کیا ہوا سر آپ کن خیالوں میں کھو گئے؟" ڈیوڈ نے ٹیبل پر آہستہ سے ہاتھ مارتے ہوئے عیسیٰ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"کہیں نہیں" سرسری انداز میں شانے اچکاتے ہوئے ایک بار پھر اس کے ماتھے پر سلوٹیں ابھری تھیں۔

عیسیٰ خلجی کوئی عام انسان نہیں تھا۔ بلکہ لوگ تو کہتے تھے وہ انسان ہی نہیں تھا۔ وہ انسانی شکل میں وحشی درندہ تھا۔ جو لوگوں کی جان ایسے لیتا تھا جیسے سانس لے رہا ہو۔

رشیا میں اس کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ اس کی سرپرستی میں بہت سے مافیا موبز کام کر رہے تھے۔ عیسیٰ خلجی اگر اب تک زندہ تھا تو صرف ایک مقصد کی تکمیل کے لئے، اور وہ مقصد تھا زندانیوں کو صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دینا۔

دشمنی کا لوہا اتنا گرم تھا کہ محبت کا پانی بھی اُسے ٹھنڈا نہیں کر سکتا تھا۔ اور نفرت کے بازار میں محبت کی خریداری ناممکن تھی۔

☆...☆...☆

وہ بے بی پنک کلر کی ٹاپ اور بلیو جینز میں ملبوس تھی اور لیب کوٹ کو تہہ کر کے بائیں بازو پر ڈال رکھا تھا۔ کندھے پر سیاہ رنگ کا بیگ لٹکائے وہ آنکھوں کے اوپر ہاتھ کا چھجا بنا کر

دھوپ میں سروس روڈ پر پیدل چل رہی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آئس کریم پارلر موجود تھا۔ وہ فوراً دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے آئس کریم پارلر میں داخل ہو گئی۔ سامنے کیش کاؤنٹر پر کھڑی سیاہ فام لڑکی نے اُسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ جواباً آلف نے بھی سر کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے اُسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

وہ ہمیشہ کی طرح ہال کے پرسکون گوشے میں موجود اپنی مخصوص ٹیبل پر خاموشی سے جا کر بیٹھ گئی۔ اے۔سی کی ٹھنڈی ہوا اُسے اندر تک سکون بخش رہی تھی۔ اس نے بیگ اور کوٹ برابر والی کرسی پر رکھتے ہوئے کرسی کی پشت سے آرام سے ٹیک لگالی۔

"یہ لو اپنا پسندیدہ اسٹابری اسمو تھی پی لو دن بھر لوگوں کی مالش کر کر کے تھک گئی ہوگی۔"

کایا نے اسمو تھی کا گلاس آلف کے آگے رکھتے ہوئے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور اپنا سفید کوٹ اتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ آج اُسے ضروری کام سے کہیں جانا تھا اس لئے اس نے ہالف ڈے لے لیا تھا۔

"میں فزیو تھیراپسٹ ہوں کایا مالشیا نہیں۔"

آلف نے بیزاری سے آنکھ گھماتے ہوئے کہا اور اسمو تھی کے ساتھ انصاف کرنے لگی۔

"ایک ہی بات ہے۔ میری نانی بھی اپنے گاؤں کی بہت اچھی مالشیا تھیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے تمہاری طرح اتنی موٹی موٹی کتابیں بھی نہیں پڑھی تھیں پھر بھی دور دور سے لوگ ان کے پاس خاص مالش کروانے آتے تھے۔"

کایا نے اپنے گھنگریالے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"اچھا تو تمہیں لگتا ہے ایک فزیو تھیراپسٹ اور مالشیا میں کوئی فرق نہیں ہوتا؟" اس نے گلاس کو نیچے رکھتے ہوئے ناک پھلا کر استفسار کیا۔

"جی ہاں دونوں میں کچھ خاص فرق نہیں ہوتا"

کایا نے اُسے مزید اکسایا درحقیقت وہ آلف کے رد عمل سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"مالشیا اور فزیو تھیراپسٹ میں فرق ہوتا ہے۔ مالشیا عام طور پر تنویدی اور تن سکتی کو دور کرتا ہے جبکہ فزیو تھیراپسٹ ایک ماہر جسمانیات ہوتا ہے جو انسانی جسم کے مختلف حصوں کا علاج کرتا ہے۔۔۔ سمجھی۔" اس نے ہونٹ کے اوپر لگے اسمو تھی پر مزے سے زبان پھیرتے ہوئے کہا تو کایا کے منہ سے فلق شگاف قہقہہ نکلا۔

آلف نے اُسے ٹیڑھی نظروں سے گھور کر دیکھا۔

"چپل سے مارا۔۔۔۔۔ پر کیوں؟" آلف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں

"ہی چیٹڈ آن می۔"

پیار کے معاملے میں بیچاری کی قسمت ہمیشہ سے ہی خراب رہی تھی۔

"واٹ۔۔۔؟؟ لیکن تم نے تو کہا تھا وہ تمہارے لئے پاگل ہے پھر کیسے تمہارے ہوتے ہوئے وہ کسی اور کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔" اُسے کایا کے چہرے پر پھیلی اداسی نے مزید دُکھی کر دیا تھا۔

"ہاں میرے لئے پاگل تو وہ اب بھی ہے لیکن بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو، اُس نے مجھے کسی کی وجہ سے چیٹ نہیں کیا ہے۔"

"ہیں تو پھر؟" وہ چونکی

"اس نے مجھ سے جھوٹ کہا کہ وہ بہت امیر ہے اور اس کی بہت ساری فیکٹریاں، گھر جائیداد ہے۔"

آلف نے کایا کو حیرت سے دیکھا۔

"بڑے دکھ کی بات ہے ویسے اور اس سے پہلے کتنوں نے چیٹ کیا ہے تم پر "

آلف نے لفظ چیٹ پر تنزیہ زور دے کر کہا مگر کایا نے غور نہیں کیا۔

"یہ تو واحد تھا جس نے مجھے چیٹ کیا تھا۔" وہ ایک ادا سے ناخن پر پھونک مارتے ہوئے بولی

"اچھا تو پھر جو اس سے پہلے والا تھا اس سے تمہارا بریک آپ کیوں ہوا تھا؟"

آلف کے سوال پر کایا ٹیبل پر تھوڑا آگے کو جھکی

"اس سے پہلے والا جو تھا وہ تو بہت اچھا تھا اور کافی امیر بھی تھا مگر اس میں دماغ کافی کم تھا "

"تو اس وجہ سے تم دونوں کا بریک آپ ہو گیا؟" اس کے استفسار پر کایا نے سر نفی میں ہلایا

"نہیں، بیچارہ ایک دن چائے بنا رہا تھا اُسے پتا ہی نہیں چلا کہ اُس نے چائے میں سوکھے دودھ

کی جگہ چوہے مار پاؤڈر ڈال دیا ہے شکر اُس دن میں ڈائٹ ہر تھی ورنہ۔" کایا نے جملہ ادھورا

چھوڑتے ہوئے چھر چھری لی۔

"ہیں۔۔۔۔ مطلب وہ مر گیا آئی ایم سو سوری " آلف نے افسوس بھری نظروں سے اُس کی

جانب دیکھا۔

"ارے زیادہ دُکھی مت ہو، چوہے مار دوائی ایکسپائر تھی۔ بس دو تین دن ہاسپٹل میں ایڈمٹ رہا پھر ٹھیک ہو گیا" اُس نے ایک بار پھر لاپرواہی سے کندھے اُچکائے۔

"پھر اس سے بریک آپ کیوں ہوا تھا تمہارا؟" کایا کی باتیں سُن کر آلف کا تو جیسے دماغ ہی اُلٹ گیا تھا۔

"اونہوں۔۔۔ اس کی ماں کو بلیک لوگوں سے مسئلہ تھا" اس نے ہنکارا بھرتے ہوئے جواب دیا "کیوں؟"

"کیونکہ اُن کا جو پہلا بوائے فرینڈ تھا وہ سیاہ فام تھا اور اس نے کسی گوری کے لئے ان کو چیٹ کیا تھا۔ بس اس وجہ سے ہمارا بریک اپ ہو گیا ورنہ آج میں کسی مینشن میں ٹھٹ سے زندگی گزار رہی ہوتی "

اس نے حسرت سے گہری سانس لی "اُفف یار حد ہوتی ہے۔" آلف نے اس کی بات سُن کر اپنا سر پکڑ لیا۔

"لو تم صرف سن کر اپنا سر پکڑ رہی ہو۔۔۔ مجھے دیکھو میں نے تو ان تمام ٹریجڈیز کو برداشت کیا ہے اور پھر بھی بالکل خوش باش ہوں۔" اس نے فخریہ انداز میں مسکراتے ہوئے دونوں آئی بروز باری باری اُچکائیں۔ جیسے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کیا ہو۔

"ہاں ہر کوئی تمہاری طرح ڈھیٹ نہیں ہوتا نا "

آلف گلاس کو دوبارہ لبوں سے لگاتے ہوئے ہلکا سا منمننائی۔

"ہاں ہر کوئی میری طرح زندہ دل اور مضبوط بھی نہیں ہوتا کہ اتنے سارے بریک اپس کا غم تنہا برداشت کر لے۔ اور تم تو کسی دوسرے کے آنسو دیکھتی ہو تو رونے لگتی ہو زمانے کی سختیاں کیسے برداشت کرو گی۔" وہ کرسی سے کھڑی ہوتے ہوئے بزرگانہ انداز میں بولی۔

"حساس ہوں کمزور نہیں اپنی آواز کا استعمال کرنا جانتی ہوں میں۔"

آلف نے فوراً نفی کرتے ہوئے کہا جس پر کایا محض مسکرائی تھی۔

آلف داؤد ابراہیم۔۔۔ پھولوں سے بھی زیادہ نازک اور حساس لڑکی تھی۔ لوگوں کی تکلیفیں اُس سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ وہ جب بھی کسی کی آنکھوں میں آنسو دیکھتی تو اس کا دل بھر آتا تھا۔ وہ پروفیشن سے فزیو تھراپسٹ تھی مگر اس کے زیادہ تر دوست اُسے مالشیا کہہ کر چڑاتے تھے۔

جن میں سے ایک کایا بھی تھی۔ کایا اور اس کی دوستی کی شروعات پانچ ماہ پہلے اسٹابری اسمو تھی سے ہوئی تھی۔ جب سے یہاں نزدیک میں موجود ہاسپٹل میں آلف کی جاب لگی تھی۔ بس تب سے ہی اُس کا یہاں آنا جانا تھا۔ وہ روز باقاعدگی سے یہاں اپنا فیورٹ اسٹابری اسمو تھی پینے آیا کرتی تھی اور اتفاق سے اسٹابری اسمو تھی کایا کا بھی فیورٹ تھا۔ روزمرہ کی سرسری سی

رسمی علیک سلیک کب انتی گہری دوستی میں بدل گئی پتا ہی نہیں چلا۔۔۔۔۔ آلف کو اس کا چنچل مزاج اور صاف گوئی پسند تھی۔

"ویسے آج کدھر کی سواری ہے؟" آج وقت سے پہلے ہی اُسے آف لیکر جاتا دیکھ کر آلف نے سوال کیا۔

"وہ آج میری بلا سنڈ ڈیٹ ہے کسی کے ساتھ۔" اس نے موبائل کیمرہ میں خود پر نظر ڈالتے ہوئے بتایا۔

"کچھ دن تو اپنے بریک آپ کا سوگ منالیتی۔" آلف کو ہنسی آئی۔

"جی نہیں۔۔۔ چار دن کی تو زندگی ہے اُس میں سے بھی دو دن رونے دھونے میں ضائع کر دوں۔۔۔ اونہوں۔۔۔ کبھی نہیں، اور ویسے بھی جب اگلا والا پچھلے والے سے زیادہ امیر ہو تو پھر تو رونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے ہنکارا بھرتے ہوئے انگلی سے اپنی لپ اسٹک درست کی تو آلف پھر سے ہنسنے لگی۔

"تمہیں امیر لڑکے اچھے لگتے ہیں نا؟"

"نہیں آلف مجھے صرف پیسوں کی خوشبو اچھی لگتی ہے، ورنہ اگر میرا سو، دو سو کروڑ کا جیک پاٹ لگ جائے تو میں زندگی بھر کے لئے سنگل رہنا پسند کروں گی۔"

جلدی سے کندھے پر بیگ ڈالتے ہوئے۔ اُس نے باری باری آلف کے گالوں پر بوسہ دیا اور باہر نکل گئی۔ آلف نے گلاس وال سے باہر جھانک کر دیکھا تو وہ کسی سرخ رنگ کی آڈی میں بیٹھ رہی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔

چاہے زندگی کتنے ہی رنگ بدلے مگر کایا کبھی نہیں بدلنے والی تھی اور آلف کو کایا کی یہ زندہ دلی ہمیشہ سے ہی بہت اچھی لگتی تھی۔ زندگی کو لیکر اس کی سوچ باقیوں سے خاصی مختلف تھی۔ اس کا تعلق افریقہ سے تھا اور وہ یہاں پچھلے پانچ سالوں سے تنہا رہی تھی اور اپنے گھر والوں کی مالی طور پر مدد بھی کر رہی تھی۔ اس کی زندگی میں بہت سی مصیبتیں اور مشکلات تھیں۔ لیکن پھر بھی اس نے کبھی بھی ان مشکلات کو اپنی خوشیوں پر حاوی نہیں ہونے دیا تھا۔

وہ کچھ دیر باہر سڑک کو دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی پھر اپنا سامان سمیٹ کر اپنے گھر کے لئے نکل گئی۔

☆...☆...☆

یہ فور سیزنز ہوٹل ماسکو کی دوسری منزل پر بنا کشادہ اور وسیع بال روم تھا جو چمکدار چینڈلیئر، نفیس اور قیمتی سازوسامان سے آراستہ تھا۔ وہاں اس وقت پارٹی چل رہی تھی۔ مافیا سے تعلق

رکھنے والے بہت سے لوگ اس پارٹی میں موجود تھے۔ جن میں عیسیٰ اور حجاج بھی شامل تھے۔

حجاج کو چھوڑ کر وہاں اس کے ساتھ موجود ہر کوئی ضرورت سے زیادہ محتاط تھا۔ وہ اس وقت مارکو کے ساتھ بار کاؤنٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھا کسی ضروری موضوع پر محو گفتگو تھا۔ جب اُسے اپنی پشت پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ مگر اس نے پلٹ کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ وہ دس میل دور سے ہی اپنے دشمنوں کی بو سونگھ لیتا تھا۔ حجاج ہنوز لاپرواہی سے سگھار سلگا رہا تھا جبکہ مارکو اور لُوکا کے چہرے کے تاثرات یکسر بدل گئے تھے۔

"غفلت انسان کو موت کے منہ تک لے جاتی ہے۔"

عیسیٰ اس کے بمقابلہ آکر رکا اور لمحے بھر کے لئے سگھار کے دھوے کے پیچھے موجود اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"کاش یہ سبق تم نے اپنے بھائی عثمان کو سکھایا ہوتا، تو آج وہ یہاں تمہارے ساتھ ہوتا۔"

حجاج نے جواباً سگھار ہونٹوں کے درمیان دبائے لاپرواہی سے کہا تو عیسیٰ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ لُوکا نے اُس کے تاثرات بھانپتے ہوئے گن پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

"میں تمہیں اتنی دردناک موت دوں گا حجاج کہ یاد رکھنے کے لئے تمہاری نسلیں بھی باقی نہیں رہے گی۔" اس نے جبرے بھینچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں موت سا سناٹا تھا۔

"میں وہ بلا ہوں عیسیٰ جس کی موت تم پر قیامت برپا کر دیگی، نست و نابود ہو جاؤں گے تم میرے قہر سے"

حجاج نے غصے میں جلتے سگھار کو مٹھی میں مسل دیا۔ اس کی خون رنگ ہوتی آنکھیں عیسیٰ کے وجود کا طواف کر رہی تھیں۔

"میری تباہی تم نہیں لاسکتے، پوری دنیا بھی میرے مقابل لے آؤ تو فائدہ نہیں ہوگا۔" وہ دونوں ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو تیار تھے۔

"بڑی بات بولنے سے پہلے ذرا ایک سیکنڈ کے لئے اپنے بھائی کا انجام یاد کرو عیسیٰ۔" وہ طنز کے تیر چلاتے ہوئے مسکرایا۔

حجاج کے استہزیانے کا عنصر اُس کی رگوں میں زہر کی مانند پھیل گیا۔

"تم نے جسے مارا وہ عثمان تھا ہمارا بھائی۔"

ایک گلی اُبھر کر حجاج کی گردن میں معدوم ہوئی تھی۔

"وہ بے ایمان تھا اور کوئی بے ایمان حجاج یوسف زندانی کا بھائی ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

اس نے اپنے ہاتھوں میں پیدا ہونے والی لرزش کو چھپاتے ہوئے بمشکل کہا تھا۔

"ذرا نظر گھما کر اپنے ارد گرد دیکھو حجاج، یہاں کون ہے جو ایماندار ہے؟ ہم سب بے ایمانی کا دھندا کرتے ہیں۔"

فاصلہ اتنا تھا کہ صدیاں بھی کم تھیں سمیٹنے کے لئے۔ وہ جبرے بھیجتا خاموشی سے کچھ پل حجاج کو کھڑا دیکھتا گیا۔ یہ وہ شخص نہیں تھا جس کے زخم پر نرمی سے پھونک مارتے ہوئے عیسیٰ نے کبھی مرہم رکھا تھا۔

(ہم بھائی بھائی ہیں)

ایک آواز حجاج کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ اس کا وجود دھماکوں کی زد میں آگیا تھا۔ عیسیٰ قہر برساتی نظروں سے حجاج کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے مسکرایا۔ اس کے ہونٹوں کی سرد مسکراہٹ وہاں موجود لوگوں پر بہت سے راز افشاں کر گئی تھی۔

"تم خلیجیوں کا مسئلہ پتا ہے کیا ہے؟"

اپنے اندر کے طوفان پر قابو پاتے ہوئے وہ اب پہلے والا حجاج دکھائی دے رہا تھا، سخت اور سرد۔

"تم سالے بھونکتے بہت ہو۔۔" حجاج نے گردن مسلتے ہوئے لبوں پر زبان پھیری۔

"مگر جب کاٹنے کی باری آئے تو مگر مجھ کے آنسو دکھا کر ایموشنل ڈرامے کرنے لگتے ہو "

وہ گردن پیچھے پھینک کر ہنسنے لگا۔

"جب صاف خون میں گندہ خون شامل ہو جائے تو تم جیسی اولادیں پیدا ہوتی ہیں حجاج۔ "

اُس کی بات پر حجاج کے ہونٹ "اوہ" میں سمٹے انداز مزاق اُڑانے والا تھا مگر عیسیٰ نے بات جاری رکھی۔

"میرا باپ ٹھیک بولتا تھا۔" اس نے حجاج کے کان کے نزدیک جا کر سرگوشی میں کہا۔

"جس خون میں ملاوٹ ہو جائے وہ خون بیکار ہو جاتا ہے۔"

اس کی سرگوشی میں کہی بات حجاج کے بالکل بغل میں کھڑے لوکانے سُن لی تھی۔ اس کے اعصاب تن گئے۔ دماغ کی نسوں میں دوڑتے خون کی گردش تیز ہو گئی اور اس کا ذہن تانے بانے بُننے لگا۔

"مگر تم فکر مت کرو حجاج ہم خلیجیوں کو گندگی صاف کرنے کا اچھا خاصہ تجربہ ہے۔ جو کوئی ہمارے خون میں ملاوٹ کرنے کی حماقت کرتا ہے ہم اُس کا وہ حشر کرتے ہیں کہ تاریخ بھی اُسے خود میں پناہ نہیں دیتی۔"

حجاج کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات اُبھرے جسے دیکھ کر عیسیٰ محظوظ ہوا تھا۔

حجاج نے استفسار بھرے انداز میں اپنی آئی بروز اُچکائیں مگر وہ چپ چاپ قدم بچھے ہٹتا چلا گیا۔ عیسیٰ کی آنکھوں میں اُس کے لئے نفرت و حقارت کا جہان آباد تھا۔ اس کے من میں حجاج کو تڑپ تڑپ کر مرتا دیکھنے کی حسرت شدت سے جاگی تھی۔

لیکن کیا حجاج یوسف زندانی کو مارنا اتنا آسان تھا؟

وہ تو خود ایک بلا تھا

موت اس کی شیدائی تھی

اور جہنم اس کی آرام گاہ تھی

اُسے موت کا ڈر نہیں تھا۔ کیونکہ زندہ رہنے کی اس کے پاس کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ وہ تنہا تھا اور تنہا انسان موت سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

☆...☆...☆

حجاج یوسف زندانی کا شاندار مینشن اس وقت رات کی تاریکی میں بھی اپنی خوبصورتی کے جلوے بکھیر رہا تھا۔ جو اس کے ذوق اور وقار کی علامت تھی، اور اس کا مسلط فن تعمیر اس

کی شان و شوکت کا ثبوت دیتی تھی۔ دیواروں اور چھتوں پر پیچیدہ نقش و نگار اور آرائشی تفصیلات اس مینشن کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتے تھے۔

مینشن چاروں جانب سے سبز باغات سے گھرا ہوا تھا۔ جو غیر ملکی پودوں اور پھولوں سے آراستہ تھا۔ جن کی خوشبو ہوا کو معطر اور وجود کو ٹھنڈک اور تازگی کا احساس بخشتی تھی۔

تقریباً رات کے چار بج رہے تھے جب حجاج کی گاڑی مینشن کے پورچ میں داخل ہوئی۔ لوکا نے اُسے دونوں بازوؤں سے تھام کر گاڑی سے باہر نکالا، وہ نشے میں اتنا دھت تھا کہ اپنے پیروں پر ٹھیک سے کھڑا بھی نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس نے حجاج کا ایک بازو اپنے کندھے پر ڈالا اور کمر سے اُسے مضبوطی سے تھام کر گھر کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت گھر کے تمام ملازم اپنے حصے کا کام نپٹا کر اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔

مینشن کا اندرونی حصہ بیرونی حصے کی طرح ہی متاثر کن تھا۔ عظیم الشان داخلی ہال فانوس اور لکڑی کے کام سے مزین تھا، اور سنگ مرمر کا فرش فانوس کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ کمرے کشادہ اور قدیم فرنیچر سے بھرے ہوئے تھے، جو مینشن کی دلکشی اور خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے۔ دیواروں کو پینٹنگز اور ٹیپسٹریز سے مزین کیا گیا تھا۔ یہ گھر فن تعمیر اور ڈیزائن کا ایک حقیقی شاہکار تھا، اور یہ واضح تھا کہ اس کی تخلیق میں کوئی خرچ نہیں چھوڑا گیا تھا۔

“ Though I have no luck today

I know it will be over “

حاج نشے میں مسکراتے ہوئے رشین گلوکار وٹاس کا گانا گنگنا رہا تھا۔ لُوکا نے چونک کر گردن ترچھی کر کے اپنے کندھے پر ڈھلکے حاج کے وجود کو غور سے دیکھا۔ وہ تقریباً پونے تین سال سے اُس کے ساتھ تھا۔ اور اس عرصے میں پہلی بار اس نے حاج کو کچھ گنگناتے سنا تھا۔

“Even if you were wrong

I will whisper you these words”

وہ اپنے ہاتھوں کو گول گول گھماتے ہوئے آہستہ آہستہ رقص کرنے لگا۔

”آپ ٹھیک ہیں باس؟“

حاج نے اس کی بات نہیں سنی تھی وہ ہنوز گانا گنگناتے ہوئے مسکرا کر رقص کرتا رہا ایسا کرتے ہوئے وہ لڑکھڑایا لیکن پھر بھی وہ رکا نہیں۔

“I believe that anyone can love”

وہ ریلنگ کے سہارے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

”باس سنبھال کر آپ گر جائیں گے۔“ وہ احتیاط آگے بڑھا کہ کہیں وہ واقعی لڑھک ہی نا جائے۔

”ننن۔۔۔نو۔۔۔مم۔۔۔ میں خود چلا جاؤں گا مجھے کسی کی ضرورت نہیں“ وہ منمنایا۔

اُس کے منع کرنے پر لُوکا وہیں رُک گیا۔

حجاج گانا گنگناتے ہوئے نیند اور نشے میں جھولتا رینگ کو تھامے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"حجاج یوسف زندانی دا ڈان آف رشیا۔"

اس نے زور سے اپنا نام پکارا خالی ہال میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔

"کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا"

وہ آخری سیڑھی پر رک کر پلٹا لیکن اچانک اُس کا توازن بگڑا اور وہی ہوا جس بات کا ڈر تھا۔

حجاج ایک کے بعد دوسری سیڑھی پر لڑھکتا ہوا نیچے منہ کے بل آکر گرا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا ماتھا اور ناک سنگ مرمر کے فرش پر زور سے ٹکرایا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک پل کے لئے اندھیرا سا دکھائی دیا۔

"آوہ گاڈ۔۔۔ آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں لگی"

اس نے بہت احتیاط سے حجاج کا رُخ اپنی جانب کیا۔ وہ اپنا دایاں بازو پکڑ کر درد سے کراہ رہا تھا۔

بس ثابت ہوا کہ انسان دوسرے گناہوں کی وجہ سے اپنے رب کی نظروں میں اتنا ذلیل نہیں ہوتا جتنا تکبر سے ہوتا ہے۔ اس تکبر نے ہی ایک فرشتے کو ابلیس بنا دیا تھا۔

لُوکا نے فوراً انٹرکام پر گارڈ کو اندر بلایا تھا۔ وہ دونوں اُسے سہارا دیتے ہوئے واپس گاڑی میں ہاسپٹل لے جانے کے لئے منتقل کرنے لگے۔

"آئی مس یو مام کاش آپ زندہ ہوتیں۔۔" وہ نشے میں منمنایا۔

اس کا سر لُوکا کی گود میں رکھا تھا۔ اس نے حجاج کی جانب دیکھا اس کی آنکھ کے کنارے پر آنسو کے قطرے دکھائی دے رہے تھے۔

حجاج اپنی ماں کو یاد کر رہا تھا۔ ایسی کوئی رات نہیں تھی۔ جب وہ اپنی ماں کو بنا یاد کئے سو جاتا۔ وہ ممتا سے محروم بھٹکا ہوا شخص تھا۔ جس نے اپنی محرومیوں کو اپنے بُرے کاموں کی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ لُوکا آنکھیں سکڑ کر کچھ پل اس کو دیکھتا رہا۔

"I believe and no words are needed"

بازوں میں شدید درد کی ٹیسیں اُٹھنے کے باوجود وہ گانا گا رہا تھا۔ لُوکا نے وائرلیس پر شوفر کو گاڑی جلدی چلانے کی تاکید کی اور پھر کھڑکی کے باہر سنسان سڑک کو عجیب انداز میں گھورنے لگا۔

یہ مشکل تھا کہ ان کی زندگی کا کوئی ایک بھی دن بنا کسی مصیبت کے گزر جاتا۔ ان کی زندگی میں آنے والی ہر نئی صبح نئے مسئلوں کے ساتھ ان کے دروازے پر دستک دیتی تھی۔ زندگی

کی اس بھاگ دوڑ میں سکون کہیں نہیں تھا یا شاید وہ جس دنیا سے منسلک تھے وہاں سکون جیسی قیمتی چیز وہ انورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

☆...☆...☆

عیسیٰ سوئمنگ پول کی دیوار سے دونوں ہاتھ اور پشت ٹکائے آنکھ بند کر کے کھڑا تھا۔ پول کے باہر تھوڑے فاصلے پر دو گارڈز اسلحہ لئے کھڑے ہوئے تھے۔ صاف شفاف پانی اُس کے انگ انگ کو تسکین کا احساس دے رہا تھا۔ ارد گرد دور تک پھیلا ہوا سبزہ دن کی روشنی میں چمک رہا تھا اور اطراف میں کھجور کے درخت اور پودوں کی بہار تھی۔ وہ ماسکو سے باہر کنٹری سائیڈ میں واقع اپنے فارم ہاؤس میں موجود تھا اور یہ منظر اس وقت وجود کو مزید آرام و سکون کا احساس دے رہا تھا۔

ورنہ جب سے عثمان کا قتل ہوا تھا اُس کا ذہن بہت سی سوچوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سوچ کی الجھنوں پر گہرے بادل چھانے لگے اور وہ سالوں کا سفر طے کرتا تاریک خلاء میں پہنچ گیا۔ اس خلاء کی تاریکی میں اُسے ایک کمرہ دکھائی دیا جس کا دروازہ بھرا ہوا تھا۔ وہ بنا کسی آہٹ کے اس کمرے تک گیا۔ ادھ کھلے دروازے سے نکلتی روشنی باہر فرش پر گر رہی تھی۔ وہ ناجانے کس کام سے یہاں آیا تھا۔

اندر سے دو لوگوں کے بحث کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اُس نے چپکے سے ادھ کھلے دروازے سے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو ڈینی اور ماریہ کسی بات بری طرح سے بحث کر رہے تھے۔ وہ چپ چاپ کھڑا دروازے کی اوٹ سے اُن کی باتیں سُننے لگا۔

"اتنے سال گزرنے کے بعد بھی تمہارے اندر کی نفرت ختم نہیں ہوئی ڈینی جب ڈیڈ یہ دشمنی سالوں پہلے دفنا چکے ہیں تو تم کون ہوتے ہو فاصلے پیدا کرنے والے" وہ غصے میں بولیں۔

"ڈیڈ نے ان کم نسل زندانیوں کو معاف کر دیا ہو گا ماریہ لیکن میں اُنہیں آخری سانس تک معاف نہیں کروں گا۔" انہوں نے بھی زہر خند لہجے میں جواب دیا

"تم جن کے بارے میں بات کر رہے ہو وہ اب میری فیملی ہے۔ میرے خون میں اُن کا خون شامل ہے اور اگر تم نے میری فیملی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام اچھا نہیں ہو گا ڈینی سمجھے تم، اچھا ہوا مجھے تمہارے ارادوں کی بھنک پڑ گئی میں ڈیڈ کے سامنے تمہیں ایکسپوز کر دوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگیں کہ اچانک ڈینی نے اس کو بالوں سے پکڑ زمین کی جانب دھکیل دیا۔ اس اچانک حملے کے لئے ان کا ذہن تیار نہیں تھا۔ وہ غش کھا کر زمین پر جا گریں۔

"صحیح کہا خون میں ملاوٹ تو ہو گئی ہے۔" وہ پنجنوں کے بل بیٹھتے ہوئے غرائے

"گندے خون کی ملاوٹ۔" انہوں نے ماریہ کا گلا گھونٹتے ہوئے پُر اسرار لہجے میں کہا۔

"ڈ۔۔۔ ڈا۔۔۔ ڈینی" آکسیجن کی زیادتی کی وجہ سے ان کا دم گھٹنے لگا۔ ماریہ نے ان کا کالر دبوچا۔

"لیکن آج میں یہ گندگی صاف کر دوں گا۔" ماریہ خلجی نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے ہاتھ اور گے ان کے چہرے پر برسائے مگر ڈینی کو فرق نہیں پڑا۔

"جس خون میں ملاوٹ ہو جائے وہ خون بیکار ہو جاتا ہے"

وحشیانہ انداز اختیار کرتے ہوئے ان کی گرفت ماریہ خلجی کی گردن پر مزید سخت ہوئی۔

ماریہ خلجی مسلسل مزاحمت کرتی رہیں مگر ڈینی کے دیو قامت وجود کے سامنے اُن کا نازک سا وجود بہت کمزور محسوس ہو رہا تھا۔ ان کے مسلسل مزاحمت میں چلتے ہاتھ لمحہ در لمحہ نرم پڑنے لگے۔ اُن کا مچھلی کی طرح پھڑپھڑاتا وجود ساکت ہونے لگا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے خوبصورت شہد رنگ آنکھوں کا نور بُجھ گیا۔

وہیں زمین پر پنچوں کے بل بیٹھے ڈینی نے کوٹ کے اندر والی پاکٹ سے رُمال نکال کر ماتھے پر موجود پسینہ خشک کیا۔ اور کچھ دیر یوں ہی خالی نگاہوں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

ماریہ کی کھلی آنکھوں میں اُن کا بے رحم عکس اُنہیں ملامت کر رہا تھا۔ لیکن وہ نفرت کے سفر میں اتنا آگے نکل آئے تھے کہ ضمیر کی آوازیں بہت پیچھے چھوٹ گئی تھیں۔

دوسری جانب اُس ادھ کھلے دروازے سے جھانکتی اُن نیلی آنکھوں میں بہت سے تاثر اُبھرے تھے۔ جب اُس نے اپنے باپ کو ماریہ خلجی کی لاش پنکھے سے لٹکاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اس پل میں عیسیٰ خلجی کی معصومیت رخصت ہو گئی تھی۔ کیونکہ اُس کی محبت میں فرق آ گیا تھا۔

اندر کہیں کسی کونے میں وحشت نے سر اٹھایا تھا اور اُس روز عیسیٰ وہ نہیں رہا تھا۔ جسے اپنے باپ کی بہن سے محبت تھی۔ وہ بدل گیا تھا، زندانیوں سے وابستہ تمام جذبات بدل گئے تھے۔ وہ اپنی سوچوں میں غلطیاں تھا جب لورا کی ہیلز کی ٹھک ٹھک نے عیسیٰ کے خیالوں میں خلل پیدا کیا۔

اچانک کمرے کا ادھ کھلا دروازہ کسی نے مقفل کر دیا اور اُس کا وجود تاریکی میں ڈوب گیا۔

سنہرے بالوں والی لمبی سی لڑکی جس نے سفید شرٹ اور سیاہ اسکرٹ پہن رکھی تھی (جو گھٹنے سے کافی اوپر ہی ختم ہو جاتی تھی) ہاتھ میں ٹرے تھامے وہ اپنی سیاہ لمبی ہیلز پر چلتی سوئمنگ پول کے گرد قطار میں رکھیں بینچز کے پاس آ کر رک گئی۔

ٹرے پاس رکھی ٹیبل پر رکھتے ہوئے اُس نے جوس کا گلاس اٹھایا اور عیسیٰ کے پاس پنچوں کے بل جا کر بیٹھ گئی۔

اس نے آنکھ کھول کر دیکھا تو وہ والہانہ انداز میں اس کے چہرے پر جھکی مسکرا رہی تھی۔

وہ بھی مسکرا کر اس کی جانب پلٹا اب دونوں کا رخ آمنے سامنے تھا۔ اس نے جوس کا گلاس عیسیٰ کی جانب مسکرا کر بڑھایا۔ جسے اُس نے فوراً تھام لیا۔ گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے اپنی نظر ایک بار بھی اس کے میک اپ سے سچے چہرے سے نہیں ہٹائی تھی۔

عیسیٰ کی نیلی آنکھوں میں اس کے سیاہ ارادے صاف جھلک رہے تھے۔ اس نے لورا کا ہاتھ تھام کر اُسے اپنے نزدیک کھینچا ہی تھا کہ عین اُسی وقت ڈیوڈ پول ایریا میں داخل ہوا اور عیسیٰ کو مصروف دیکھ کر فوراً نظریں جھکاتے ہوئے اُس کی جانب سے اشارے کا منتظر وہیں اپنی جگہ پر رُک گیا۔

عیسیٰ نے ہاتھ کے اشارے سے ڈیوڈ کو نزدیک آنے کو کہا اور سوئمنگ پول کے سٹیپس کی جانب بڑھ گیا۔

لورا نے آگے بڑھ کر اُسے ہاتھ روب پہنایا اور سگھار جلا کر اُس کی جانب بڑھایا۔
"کیا ہوا ڈیوڈ؟" اُس نے ڈیوڈ کے تنے ہوئے اعصاب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں نے واقع کی پوری چھان بین کر لی ہے"

ڈیوڈ کی بات پر اس کا کش بھرتا ہاتھ تھم گیا۔ اس نے سگھار واپس لورا کو تھماتے ہوئے۔ اُسے ان دونوں کو تنہا چھوڑنے کا حکم دیا۔

"عثمان بے قصور تھا اس نے ڈرگز کی چوری نہیں کی تھی"

لورا کے اندر جاتے ہی ڈیوڈ نے لیپ ٹاپ کی اسکرین کا رخ عیسیٰ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔
 "یہ اس رات کی فوٹیج ہے جس دن ڈرگز کی ڈیلیوری کرنی تھی۔ بارہ بج کر اٹھائیس منٹ پر
 عثمان لوکیشن سے نکل چکا تھا تب تک سب کچھ ٹھیک تھا، تمام سیمپلز مکمل تھے۔" وہ اسکرین
 پر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے عیسیٰ کو بتا رہا تھا۔

"آگے کی فوٹیج کہاں ہیں؟" ویڈیو چلتے چلتے اچانک رک گئی تھی۔

"آگے کی فوٹیج ہے ہی نہیں کیونکہ جو بھی اس رات عثمان کے جانے کے بعد وہاں آیا تھا۔
 اس نے تمام کیمروں کو ہیک کر لیا اور پھر انہیں بند کر دیئے۔ جس کی وجہ سے آگے کچھ بھی
 ریکارڈ نہیں ہو سکا"

اس نے کی پیڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھئے۔۔۔ یہ ستریکا بار کی رات کے ٹھیک ایک بجے کی فوٹیج ہے۔ یہ بار اس لوکیشن سے
 آدھے گھنٹے کی دوری پر ہے۔ اس کا مطلب جب ڈرگز کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی گئی تب عثمان
 ستریکا بار میں موجود تھا۔"

ڈیوڈ نے لیپ ٹاپ کی اسکرین فولڈ کرتے ہوئے سنجیدگی سے عیسیٰ کی جانب دیکھا۔

"اس نے جان بوجھ کر میرے بھائی کو ٹریپ کیا ڈیوڈ۔" عیسیٰ نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کے ٹیٹوں سے بھرے ہاتھوں کی نیسیں ابھرنے لگیں اور اس کا چہرہ یکدم سرخ ہو گیا تھا۔

"بلکل عثمان کو ٹریپ کیا گیا تھا۔" ڈیوڈ نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اُسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا بہت غلط کیا ہے اس نے۔۔۔۔۔ بہت غلط۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولا

"آگے کے لئے کیا آرڈرز ہیں؟"

"ڈیوڈ آج کے بعد حجاج سانس بھی لے تو اس کی اپڈیٹ مجھے چاہئے۔۔۔ اُسے میں آسان موت نہیں دوں گا۔ اس کی موت تاریخ کی سب سے دردناک موت ہوگی۔"

وہ دور آسمان پر ڈوبتے ہوئے سورج کو بغور دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں بولا تھا۔
نفرت کی جنگ وہ واحد جنگ ہے جس میں کسی کو ہرا کر بھی کوئی جیت نہیں سکا ہے یہ ہار محض ضمیر کی نہیں پوری انسانیت کی ہوتی ہے۔

☆...☆...☆

سورج کی شعاعیں آسمان پر پوری طرح سے پھیل چکی تھیں اور ایک نئے دن کا آغاز ہوا تھا۔

حاج لا پرواہی سے ایک ہاتھ کرسی کی پشت پر ٹکائے ڈاکٹر کے روم میں بیٹھا سگار پھونک رہا تھا۔ دائیں جانب کرسی پر لوکا براجمان تھا۔ اور باقی کے گارڈز روم کے باہر اُس کے منتظر تھے۔ ڈاکٹر نے ایکسرے سے نظر ہٹا کر ایک ناپسندیدہ سی نگاہ سامنے لا پرواہی سے بیٹھے حاج پر ڈالی پھر بیزاری سے سر جھٹک کر رُخ لوکا کی جانب کیا۔

"سب ٹھیک ہے ڈاکٹر کوئی پریشانی والی بات تو نہیں؟" لوکا کے انداز میں فکر مندی صاف جھلک رہی تھی۔

"جی گھبرانے کی بات نہیں ہڈی نہیں ٹوٹی بس مسلز میں چوٹ لگی ہے۔ فزیوتھراپی سے بہت جلد درد بھی ختم ہو جائے گا۔" انہوں نے ایکسرے شیٹ ٹیبل پر رکھتے ہوئے مجبوراً مسکرا کر کہا اور ساتھ میں کچھ پرسکریپشن لکھنے لگے۔ حاج جب بھی اُن کی ناک پر ٹکے چشمے کو دیکھتا تو ضبط سے آنکھیں بند کر لیتا۔ اُس کا دل کرتا کہ اُس کی پکوڑے جیسی ناک کو ایک مگے میں شہید کر دے مگر ہر بار وہ اپنے مرحوم باپ کے لحاظ میں خود پر ضبط کر جاتا۔

اُس کے چہرے پر بیزاری صاف عیاں تھی۔ وہ پچھلے چند گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا تھا۔ اور اب وہ مزید اس گھٹن زدہ کمرے میں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اُٹھا اور سگھار ہونٹوں کے درمیان دباتے ہوئے روم سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جانے پر ڈاکٹر نے اندر ہی اندر شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

وہ حجاج کو خاص پسند نہیں کرتے تھے مگر ان کا فیملی ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے خاموشی سے اُس کی موجودگی کو برداشت کرنا اُن کی مجبوری تھی۔ ورنہ دوسری صورت اُنہیں بھاری قیمت چکانی پڑتی جو وہ فلحال افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

اُنہیں لگتا تھا کہ حجاج صرف شکل و صورت سے اپنے باپ جیسا ہے لیکن اگر وہ یوسف علی زندانی سے اُن کی جوانی میں مل لیتے تو یقیناً اپنی رائے بدل لیتے۔

وہ صرف شکل و صورت سے ہی نہیں بلکہ عادتوں کے لحاظ سے بھی اپنے باپ کی کاربن کاپی تھا۔

اُنہوں نے اُسے پیچھے سے دیکھتے ہوئے "پیچ پیچ" کرتے سر کو نفی میں ہلایا اور دوبارہ پرسکریشن لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

صبح صبح کا وقت تھا اور اس وقت کاریڈور میں زیادہ لوگ موجود نہیں تھے۔ وہ باہر کی سمت جانے لگا تو گارڈز بھی اس کے پیچھے آنے لگے مگر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اُنہیں وہیں روک دیا۔ وہ اس وقت تنہائی چاہتا تھا۔

وہ راہداری کے سرے پر کھڑا بایاں ہاتھ اپنے بالوں میں پھیرنے لگا۔ سگار اس کے ہونٹوں کے درمیان تھا۔ وہ جیسے ہی دوبارہ اندر کی جانب پلٹا کوئی بہت زور سے حجاج سے ٹکرایا تھا۔ درد کے مارے اس کے پورے بدن میں کرنٹ سا ڈور گیا۔

"تمہیں کم دکھائی دیتا ہے؟ دیکھ نہیں رہی ایک شخص کھڑا ہوا ہے یہاں۔" وہ درد سے بلبلا اٹھا تھا۔

"غلطی میری نہیں آپ کی ہے آپ کیوں بیچ راستے میں کھڑے ہیں۔ سائیڈ میں ہٹ کر نہیں کھڑے ہو سکتے۔" آلف جھک کر زمین پر گرا اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے غصے سے بولی۔ جس کی اسکرین پر گرنے کی وجہ سے کریک پڑ گیا تھا۔

"بات پلٹنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے دیکھا تم جان بوجھ کر مجھ سے ٹکرائی ہو۔" آلف کی ڈھٹائی پر اُسے شدید غصہ آیا۔

"اچھا اس حساب سے تو بڑے بیوقوف ہوئے آپ۔" وہ مصنوعی تاسف سے بولی "جب آپ نے دیکھ ہی لیا تھا کہ میں جان بوجھ کر آپ سے ٹکرانے والی ہوں تو آپ نے مجھے کیوں خود سے ٹکرانے کا یہ عزیمت بخشتا؟ اگر راستہ چھوڑ کر سائیڈ میں کھڑے ہو جاتے تو قیامت تو نہیں آ جاتی نا۔"

وہ اس بات سے بالکل انجان کہ سامنے کھڑا شخص کون ہے اپنی دُھن میں اُس کو کھری کھوٹی سنائی جا رہی تھی۔

حاج نے لمحے بھر کے لئے رُک کر سامنے کھڑی لڑکی کو سر سے پاؤں تک ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھا۔ اس نے سیاہ رنگ کی جینز پر سفید رنگ کی شرٹ پہن رکھی تھی۔ اور بالوں کو ہائی پونی

ٹیل کی شکل میں باندھا ہوا تھا۔ نفاست سے تراشے ہوئے بال اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی پیشانی ٹھیک سے نظر نہیں آرہی تھی۔

اور پھر حجاج کی نظریں آلف کی آنکھوں پر ٹھہر گئیں۔ اُسے اپنا مضبوط سراپا دھواں دھواں ہوتا محسوس ہوا۔ وہ بے یقینی سے اس کی آنکھوں کو دیکھتا گیا۔

وہ سیکنڈز کے ہزاروں حصے میں ان آنکھوں کو پہچان گیا تھا۔ بے ساختہ اُسے وہ رات یاد آئی جب حجاج نے ان آنکھوں کو پہلی دفع دیکھا تھا۔

رات کی تاریکی میں، اسٹریٹ لائٹس کی مدھم روشنی میں، وہ ان آنکھوں کو دیکھ کر مبہوت ہوا تھا۔

اور آج ایک بار پھر دن کے اُجالے میں وہ ان آنکھوں کو دیکھ کر مبہوت ہو رہا تھا۔

وہ اپنی زندگی میں بہت سی عورتوں سے ملا تھا۔ ہزاروں لڑکیاں اُس کے ارد گرد منڈلاتی تھیں مگر ان میں سے کسی کی بھی آنکھیں ایسی نہیں تھیں جیسی آلف داؤد ابراہیم کی تھیں۔

سنہرے رنگ کی آنکھیں، سورج کی کرنوں جیسی روشن، سونے سے بھی زیادہ چمکدار، اور اُس پر موجود سیاہ گھنگھور پلکیں انہیں مزید پرکشش بناتی تھیں۔

"کیا ہوا مسٹر بولتی بند ہوگئی۔۔"

آلف کی آواز پر وہ ایک دم چونکا اُسے اپنی بے باقی پر حیرت ہوئی۔ حجاج نے اس بار آنکھیں سکڑ کر آلف کو دیکھا اور اس لمحے کا سارا سحر سیکنڈز میں زائل ہو گیا۔

"تم جانتی نہیں ہو کہ میں کون ہوں۔" حجاج ایک قدم قریب آیا۔

"آپ بھی نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔"

آلف نے لفظ "میں" پر زور دیتے ہوئے اُنکی کا رخ اپنی جانب کیا۔ حجاج اُس کے انداز پر بوکھلا کر رہ گیا تھا۔ آج تک کسی نے بھی اُس سے اس طرح بات کرنے کی جرات نہیں کی تھی پھر یہ کون تھی۔ جو اس کی ہر بات کا دلیری سے جواب دے رہی تھی۔ وہ بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُسی کے انداز میں۔ خیر وہ جو بھی تھی یقیناً اُس کی شخصیت سے انجان تھی۔ ورنہ اتنی بڑی حماقت کوئی بھول کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"باس ایوری تھنگ از آل رائٹ؟"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا لوکا نے مداخلت کی۔ حجاج نے ضبط سے ایک نظر لوکا کو اور پھر آلف کو دیکھا تھا۔ جو پہلے ہی دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے اُسے غصے سے گھور رہی تھی۔

"کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟"

اس کے چہرے پر آئے تاثرات سمجھتے ہوئے لوکا نے آلف سے فوراً سوال کیا۔ حجاج نے ضبط سے اپنا رخ دوسری جانب موڑ لیا تھا۔

"میرا نام آلف داؤد ابراہیم ہے اور میں فزیو تھراپسٹ ہوں۔"

اس نے شانے اُچکا کر حجاج کی پشت کو گھورتے ہوئے تھوڑا زور سے کہا تاکہ وہ اچھے سے سُن لے۔

"اور میں حجاج یوسف زندانی ہوں۔"

وہ آہستگی سے گھوما، سگار کے دھوے کو لبوں سے آزاد کرتے ہوئے۔ اُس نے آلف کے چہرے کے بدلتے تاثرات بہت فرصت سے دیکھے تھے یوں جیسے وقت کی رفتار دھیمی ہو گئی ہو۔

"حجاج. یوسف. زندانی." آلف شاک کے عالم میں بڑبڑائی۔

اس کے تعارف میں اس کا نام ہی کافی تھا۔ اور یہ نام وہ بہت بار نیوز چینلز پر سُن چکی تھی۔
 "یس میڈم۔۔۔ حجاج. یوسف. زندانی." لُوکا نے جواباً کہا۔

آلف کی آنکھوں کی پتلیوں پر وہ رات کسی فلم کی طرح چلنے لگی۔ اس رات آلف بھی وہاں موجود تھی۔ جب حجاج اور عیسیٰ کے گینگ کے لوگ ایک دوسرے پر اندھا دُھن فائر کر رہے تھے۔ اُسے بے ساختہ وہ دردناک پل یاد آئے اور اُس نے خوف سے جھرجھری لی۔

"آج سے میں آپ کو اپنی خدمت پر مامور کرتا ہوں۔"

وہ آلف کے فق ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"آ۔آ۔ ایکسیوز می۔۔۔ آپ مجھے اس طرح سے آرڈر نہیں دے سکتے۔" آلف نے فوراً اپنی ہڑبڑاہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"فور یور کائنڈ انفارمیشن۔۔۔ میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" وہ مزید ایک قدم آگے آیا۔
"یہ کیا باتمیزی ہے۔" وہ برہمی سے بولی

"اگر تم نے اپنی بک بک بند نہیں کی تو میں تمہیں یہی کھڑے کھڑے شوٹ کر دوں گا۔ آئی پرامس اس حالت میں بھی میرا نشانہ نہیں چوکے گا۔" حجاج نے پٹی میں لپٹے ہاتھ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اُسے تنبیہ کی۔

آلف کے تو جیسے اوسان ہی خطا ہو گئے تھے۔ وہ مزید کچھ کہتی کہ اس سے پہلے ہی وہ راہداری عبور کر کے جا چکا تھا۔ لُوکا اور باقی گارڈز نے بھی اُس کی تقلید کی تھی۔ اور پیچھے آلف سناٹے میں رہے گئی تھی۔

"انتہائی بدتمیز اور گھمنڈی انسان ہے یہ۔۔۔"

وہ اندر ہی اندر اُسے ملامت کرتی، مرے مرے سے انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے کاریڈور کے دوسرے سرے پر موجود ریسپشن تک گئی اور وہاں کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا آلف یہ ہینڈسم نوجوان کون تھا جس سے تم بحث کر رہی تھیں۔"

جینا نے آلف کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر استفسار کیا۔ جو وہاں ایک ریسپشنسٹ کے طور پر کام کرتی تھی۔

"ہینڈسم تو نہیں تھا موت کا فرشتہ تھا۔" وہ جینا کی بات پر بپھر گئی۔

"ایسے تو مت کہو اچھا خاصا ہینڈسم تھا یار اور پر سنیلٹی سے بھی جینٹل مین لگ رہا تھا تم خواہ مخواہ ہی ہر کسی سے بحث کرنے لگتی ہو۔ ویسے کیا کہہ رہا تھا وہ؟" اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں استفسار کیا۔

"کہہ نہیں رہا تھا باقاعدہ آرڈر کر رہا تھا کہ میں بذاتِ خود اس کی فزیو تھراپی کے سیشنز کرواؤں۔"

وہ مزید سڑ کر بولی۔

"یار آلف اتنا ہینڈسم بندہ تم سے فزیو تھراپی کروانا چاہتا ہے اور تم اس سے بحث کر رہی تھی قسم سے گدھی ہو تم۔" جینا کو آلف کی بیوقوفی پر ماتم کرنے کا دل کیا۔

"ویسے وہ تھا کون نام نہیں بتایا اس نے؟"

"ہاں بتایا نا"

"سچی؟۔۔۔ بتاؤں نا پھر کون تھا وہ۔" جینا کی آنکھیں پر جوشی سے مزید چمک اٹھیں۔

"حاج یوسف زندانی کو جانتی ہو؟" وہ سراپا سوال بن گئی۔

"اُسے کون نہیں جانتا آئے دن پیپرز میں اس کے بارے میں کچھ نا کچھ چھپتا رہتا ہے، رشیا کا ڈان ہے نا وہ"

جینا فائل کے صفحات پلٹتی سرسری سے انداز میں بولی۔ واقعی اُس کا تعارف لفظوں کا محتاج نہیں تھا۔ آلف نے اندر ہی اندر تبصرہ کیا۔

"ہممم یہ ہینڈ سم بندہ وہی رشین ڈان تھا"

لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے اس نے ریسپشن ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا اور اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔

"ہیں؟ ک۔۔۔ کیا کہاں" اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔ اُسے لگا شاید آلف مزاق کر رہی ہے۔

"وہی جو تم نے سنا ڈفر" وہ بنا پلٹے زور سے بولی، خالی راہداری میں اُس کی آواز گونجی تھی۔

"لگتا ہے آلف کا دماغ چل گیا ہے اس لئے بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے"

وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

☆...☆...☆

حاج اپنے کمرے میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ناجانے کن خیالوں میں الجھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے ہاتھ میں تہہ شدہ ایک خط تھا مگر اس کے ذہن میں خیالوں کی ایک الگ ہی دنیا آباد تھی۔ کمرے سے ملحقہ ٹیرس کا سلائیڈ ڈور کھلا ہوا تھا۔ جس میں سے آتی ٹھنڈی ہوا کمرے میں چکرا رہی تھی۔

ذہن کے خالی پردوں پر بس آلف کی غصے سے گھورتی سنہری آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اُسے سوچتے ہوئے حاج کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ جب وہ مسکراتا تھا تو اس کے دائیں گال پر گڑھا نمایا ہوتا تھا۔ جو اُسے سخت ناپسند تھا۔ اس لئے وہ مسکرانے سے اکثر گریز کرتا تھا۔

اُس کی سوچوں کا تسلسل دروازے پر پڑتی مسلسل دستک سے ٹوٹا تھا۔

"کم ان۔۔" اس نے جھنجھلا کر بلند آواز میں کہا تو لوکا اور اس کے پیچھے بٹلر سرونگ ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"بریک فاسٹ کر لیں باس اس کے بعد آپ کو دوائی بھی لینی ہے "

لوکا کے اشارے پر بٹلر نے ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات سجانا شروع کر دیئے۔

"وہ جو لڑکی تھی۔۔ کیا نام تھا اس کا؟" حجاج نے بستر سے اٹھتے ہوئے ماتھے کو چھوتے ہوئے استفسار کیا۔

"آلف داؤد ابراہیم۔" لُوکا نے فوراً جواب دیا

"ہاں آلف، وہ نہیں آئی؟"

وہ لُوکا سے نظریں ملائے بغیر کاؤچ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے کاؤچ تک آیا اور ایک قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔

اُلٹے ہاتھ سے جوس کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے حجاج نے جواب طلب نظروں سے اُسے دیکھا تو لُوکا نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا۔ حجاج کے ہونٹ سختی سے بھینچ گئے۔ غصے سے ماتھے کو مسلتے ہوئے اس نے گہری سانس لی۔

"مجھے دوپہر تک وہ یہاں چاہئے۔" اس نے ٹھنڈی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
"جی ہاں" وہ سر اثبات میں ہلاتا کمرے سے فوراً نکل گیا۔

آج تک کسی نے اُس کی حکم عدولی نہیں کی تھی اور یہ جاننے کے باوجود کہ وہ کون تھا وہ نہیں آئی تھی یہ بات حجاج کو پاگل کر رہی تھی۔

وہ کیوں اس معمولی لڑکی میں اتنی دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا لیکن اگر وہ اس میں اتنی دلچسپی لے رہا تھا تو پھر یہ بات تو طے تھی کہ وہ کوئی معمولی لڑکی نہیں تھی۔

☆...☆...☆

کایا اور آلف اس وقت تورسکایا سٹریٹ پر ونڈو شاپنگ کر رہے تھے۔ تورسکایا سٹریٹ ماسکو کی سب سے شاندار سڑکوں میں سے ایک تھی۔ یہ تاریخ اور ثقافت سے بھرپور ایک پر مشفق سڑک تھی۔ جس پر شہر کی کچھ سب سے ممتاز دکانیں، ریستوران اور ہوٹلز موجود تھے۔ اس سڑک پر دلکش تعمیریں بھی پائی جاتی تھیں۔ جو کلاسیک روسی تصامیم سے لے کر ماڈرن اسکائی اسکرپچر تک کے مختلف اندازوں پر مشتمل تھیں۔ تورسکایا سٹریٹ کا دل پوشکن سکویر تھا جو مقامیوں اور سیاحوں کے لئے ایک مقبول ملاقات کی جگہ تھی۔

کایا کے قدم چلتے چلتے ایک دم سُست ہوئے۔

"کیا۔۔۔؟" آلف کی بات پر اُسے زبردست قسم کا شاک لگا تھا۔

"ہاں۔۔۔" کہہ رہا تھا کہ آج سے میں اس کی فزیو تھراپسٹ ہوں بڑا آیا۔۔۔ اونہوں۔ "آلف نے پاپ کارن کھاتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

"آلف" کایا کے پکارنے پر آلف نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ کافی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"وہ کوئی عام شخص نہیں ہے وہ رشیا کا ڈان ہے۔" کایا کو اُس کی لاپرواہی پر شدید حیرت ہو رہی تھی۔

"ہاں تو اب کیا کروں چلی جاؤں اس کے حکم کی تعمیل کرنے۔" وہ مزید زچ ہوئی

"تمہارے پاس کوئی دوسرا آپشن ہے؟" وہ سراپا سوال بن گئی۔

آلف لمحے بھر کے لئے جیسے خاموش ہو گئی تھی۔ کیا واقعی اس کے پاس کوئی دوسرا آپشن تھا۔ اس نے خود سے سوال کیا۔

کایا نے اس کو خاموش پا کر بھنویں اُچکاتے ہوئے ایک بار پھر استفسار کیا تو آلف سڑک کے کنارے زمین پر بیٹھ گئی۔ کایا نے اس کی اُتری ہوئی شکل دیکھی تو وہ بھی اس کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔ آس پاس سے گزرتے ہوئے لوگ عجیب نظروں سے دونوں کو زمین پر بیٹھا ہوا دیکھ رہے تھے۔

"اب میں کیا کروں گی کایا؟"

صحیح معنوں میں اب جا کر آلف کو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو رہا تھا، جسے وہ معمولی سی بات سمجھ رہی تھی درحقیقت وہ اتنی بھی معمولی بات نہیں تھی۔

"اب تم جاؤں اور اس کے حکم کی تعمیل کرو اور کیا۔" اس نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے مشورہ دیا

تو آلف نے ٹیڑھی نظروں سے اُسے دیکھا اور زور سے اس کے ہاتھ پر ٹھوکا مارا۔

"ارے مجھے کیوں مار رہی ہو میں نے کہا تھا طرم خان بن کر اُس سے بحث کرنے کے لئے " اس نے ہاتھ مسلتے ہوئے بیزاری سے کہا۔

"ہاں تو مجھے کیا پتا تھا اس کا تعلق مافیا سے ہوگا" وہ دبا دبا سا چلائی

"ہاں تو منہ پھاڑ کر بک بک کرنے سے پہلے بندہ سامنے والے کا حسب و نسب جان لیتا ہے " وہ ایک ایک کر کے پاپ کارن کے دانے منہ میں ڈالنے لگی۔

"مجھے کیا اُسے اپنا خَصَم بنانا تھا جو پہلے اُس کا حسب نسب معلوم کرتی، نہیں مطلب بات کرنے کے لئے اتنی چھان بین کون کرتا ہے بتاؤں بھلا۔" اس نے ہتھیلی سے سر پیٹا۔

"واٹ بنانا تھا؟" کایا نے اُسے عجیب سے انداز میں دیکھا۔

"خَصَم۔۔" آلف نے معصومیت سے پلکیں جھپکائیں

"یہ خَصَم کونسی بلا ہے؟"

"ارے پاکستان میں شوہر کو خَصَم کہتے ہیں"

"تمہیں کیسے پتا؟" کایا نے مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"وہ آکسفورڈ میں میری ایک پاکستانی لڑکی سے دوستی ہو گئی تھی۔ اُسی سے سیکھا تھا بس"

آلف نے کندھے لا پرواہی سے کندھے اُچکائے اور کایا نے زور سے چہر چھری لی۔

"واہ آکسفورڈ بھی کیسے کیسے لوگوں کو ایڈمیشن دے دیتی ہے"

آلف نے اُسے گھورا تو اس نے جھجک کر بات بدل دی۔

"اچھا ویسے یہ حجاج یوسف زندانی دکھنے میں کیسا ہے؟ ہینڈسم ہے؟"

"ہممم ہاں ہے تو بلا کا ہینڈسم" آلف ایک دم کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا

"حے۔۔۔ آلف سچی؟" آلف نے اُسے گھور کر دیکھا تو اس نے پہلو بدلا

"اچھا پہلے تو تم یہاں سے اٹھو ورنہ لوگ ہمیں مانگنے والی سمجھے گے"

وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تو آلف بھی کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

"سمجھنے کی کیا ضرورت ہے تم تو ویسے ہی مانگنے والی لگتی ہو" اس نے اتنے آرام سے کہا کہ کایا

کو سنائی نہیں دیا۔

"میرا تمہیں مشورہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے چھٹی لے لو اور میرے گھر آجاؤ، بات پرانی

ہو جائے گی تو وہ بھی بھول جائے گا ویسے بھی وہ کوئی چھوٹا موٹا عام شخص تو ہے نہیں اس

کے پاس کرنے کے لئے اور بہت سے کام ہونگے۔"

اس کی بات پر آلف نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے پیچھے پیچھے ایک

شاپ میں داخل ہو گئی۔

☆...☆...☆

حاج فانیو اسٹار ہوٹل کے کیسینو میں موجود تاش کھیل رہا تھا۔ بڑی سی میز کے گرد چار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور وہ سربراہی کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے سیاہ ڈنر کا فارمل سوٹ پہنا ہوا تھا اور بالوں کو قرینے سے سیٹ کر رکھے تھے۔ وہ گھڑی نہیں پہنتا تھا کیونکہ اُسے وقت کے حساب سے چلنا بالکل بھی پسند نہیں تھا۔ وقت کا حساب وہ اپنی مرضی سے رکھتا تھا کیونکہ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔

حاج سگار ہونٹوں کے درمیان دبائے بڑی مہارت سے ایک کے بعد ایک پتے پھینک رہا تھا۔ جس کارڈ کو چھوٹا وہ اپنا رنگ بدل لیتا، وہ اس کھیل میں ماہر تھا۔ ہر بار ناجانے کیسے وہ بڑی آسانی سے ہر بازی جیت لیتا تھا۔

"ہر بار تم کیسے جیت جاتے ہو؟" دائیں کرسی پر بیٹھے ادھیڑ عمر الیکس نامی شخص نے بیزاری سے سوال کیا۔ جو اُسے غیر قانونی اصلاح سپلائی کرتا تھا۔ اور اس طرح کے دوسرے غیر قانونی کاموں میں بھی حاج کے ساتھ ملوث تھا۔

اس کے استفسار پر حاج کھل کر مسکرایا تھا۔ چاہے تاش کا کھیل ہو یا زندگی اور موت کی بازی۔۔۔ جیت اُس کی ہی تھی۔ شاید جیتنے کے لئے ہی اُسے بنایا گیا تھا۔

الجھن کی وجہ سے حجاج نے دائیں ہاتھ پر بندھی پٹی اُتار دی تھی لیکن درد اب بھی ہو رہا تھا۔ سگار ایش ٹرے میں رگڑتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر وائٹن کا گلاس اٹھانا چاہا لیکن درد کی وجہ سے اٹھا نہیں سکا۔

ایک سیکنڈ کے لئے اس کا ذہن اُن سنہری آنکھوں میں الجھا تھا۔ آج اُسے آلف سے ملے پورے اڑتالیس گھنٹے مکمل ہو گئے تھے۔ اور ان اڑتالیس گھنٹوں میں وہ ایک پل کے لئے بھی حجاج کی سوچوں سے او جھل نہیں ہوئی تھی۔

وہ پورے انہماک سے آلف کے خیالوں میں الجھا ہوا تھا۔ جب لُوکا نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کچھ کہا اور حجاج کے تاثرات یکسر بدل گئے۔ وہ تاش کے پتوں کو ٹیبل پر اُچھالتا طوفان کی طرح کیسینو سے نکلا تھا۔ اس کا غصہ دیکھ کر لُوکا بھی اس کے پیچھے دوڑا تھا۔

لگ بھگ چالیس منٹ بعد تین سیاہ رنگ کی گاڑیاں سڑک کے کنارے آئس کریم پارلر کے باہر موجود تھیں۔

"ایوری تھنگ اِز کلیئر یو کین کم آؤٹ۔"

پاس کھڑے دوسرے گارڈ نے آگے بڑھ کر آئس کریم پارلر کا دروازہ کھولا۔۔۔۔۔ حجاج آنکھوں سے سیاہ چشمہ ہٹاتے ہوئے پارلر کے اندر داخل ہوا۔ ایک پل کے لئے پورے ہال میں سکوت طاری ہو گئی تھی۔ وہاں بیٹھے تقریباً سبھی لوگ اُسے تجسس سے دیکھ رہے تھے۔

حجاج یوسف زندانی کی رعب دار شخصیت دیکھ کر کیش کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی کایا کا منہ بھی کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ وہ خطرناک حد تک ہینڈ سم تھا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال میں ڈالی تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اپنی مخصوص ٹیبل پر بیٹھی اسٹابری اسمو تھی پی رہی تھی۔ کانوں میں ہینڈ فری ڈالے ہوئے تھے اور نظر اپنے موبائل فون کی اسکرین پر جمی ہوئی تھی۔

حجاج کی جانب آلف کی پشت تھی اس لئے وہ اُسے دیکھ نہیں سکتی تھی مگر حجاج نے اُسے پیچھے سے دیکھ کر ہی پہچان لیا تھا۔

وہ آہستگی سے شاہانہ انداز میں چلتے ہوئے اُس کی ٹیبل تک گیا اور کچھ فاصلے پر رُک گیا۔

آلف نے چونک کر اپنے سر پر کھڑے مضبوط جسامت اور لمبے قد کاٹ کے مالک اِس شخص

کو نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ دُھواں ہوتی نظریں اور لبوں سے لگا اسمو تھی کا گلاس وہی منجمد ہو گیا اور وہ بنا پلکیں جھپکائے چند سیکنڈز شاک میں اُسے دیکھتی چلی گئی۔ آلف کو لگا تھا وہ اُسے بھول جائے گا مگر یہ تو موت کے فرشتے کی طرح یہاں اس کے سامنے اس کی روح قبض کرنے کے لئے کھڑا تھا۔

اُس کے دُھواں دھار گلابی چہرے پر بکھرتے نرم گرم سے تاثرات دیکھ کر حجاج کے ماتھے کے بل ڈھیلے ہوئے۔ نگاہوں میں نرمی سی اُبھری اور غصے کا اُبال ٹھنڈا ہوا۔ چند سیکنڈز وہ اسی طرح کھڑا رہا۔

آلف کی سنہری آنکھوں کو اپنے وجود کا طواف کرتا دیکھ حجاج ایک پل کے لئے تذبذب کا شکار ہوا تھا۔

اس پورے کرہ ارض پر آلف وہ واحد انسان تھی جو اُسے نروس کر سکتی تھی۔ مگر آلف کا سابقہ رویہ یاد آتے ہی حجاج نے چہرے کو دوبارہ برہم بنا لیا پیشانی کی سلوٹیں واپس لے آیا اور ایک سرد آہ فضا کے سپرد کی اور آنکھیں سکڑ کر اُس کے سرخ صبح چہرے کو گھورنے لگا۔

اُسے خود کو گھورتا ہوا پا کر آلف نے حلق میں پھنسا گھونٹ بمشکل اندر اُتارا۔ ایسا کرتے ہوئے حجاج کو وہ بہت معصوم لگی تھی۔ مگر اس نے اپنے چہرے پر موجود بر فیلے تاثرات زائل نہیں ہونے دیئے وہ ہنوز اُسے سرد مہری سے گھورتا رہا تھا۔

"کیا تمہیں واقعی ایسا لگتا ہے کہ اگر تم اپنی دوست کے گھر چھپ کر بیٹھ جاؤں گی تو حجاج یوسف زندانی تمہیں ڈھونڈ نہیں پائے گا؟" اُس نے آلف پر جھکتے ہوئے سختی سے سرگوشی کی۔

"تم اگر پاتال میں بھی چھپ جاتی تو میں تمہیں ڈھونڈ نکالتا۔"

اُسے خود پر جھکتا دیکھ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے کرسی سے جا لگی تھی۔

"دیکھئے میں آپ کی بات نہیں مان سکتی اس لئے پلیز میری جان چھوڑ دیں۔"

وہ اپنا لہجہ ہموار رکھتے ہوئے بولی اس کا جواب سُن کر حجاج کے ماتھے پر مزید بل پڑے۔

"مجھے تمہاری جان میں کوئی دلچسپی نہیں میں بس چاہتا ہوں کہ تم میری مدد کرو۔" اس نے بلا تاخیر کے اپنا مدعا بیان کیا۔

"لیکن میں نہیں چاہتی کہ میں تمہاری مدد کروں۔" اس نے دو ٹوک انداز میں انکار کیا۔

"میں شریف نہیں ہوں مگر پھر بھی تمہاری خاطر شرافت کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔" وہ کسرتی بازوں سینے پر لپیٹے ہوئے سیدھا ہوا۔

"آپ کی ڈکشنری میں شرافت کی ڈیفینیشن یہ ہے؟" وہ طنزیہ بولی۔

"میں نے باس کو بارگیننگ کرتے ہوئے پہلی بار دیکھا ہے"

پیچھے دروازے کے پاس کھڑے گارڈ نے لوکا کے کان میں آرام سے سرگوشی کی۔

(محبت میں انسان بہت کچھ کرتا ہے باس تو صرف بارگیننگ کر رہے ہیں)

جواباً لوکا نے خاموشی سے محض کندھے اُچکائے۔

"اگر تم چپ چاپ نہیں چلی تو میں تمہیں اُٹھا کر لے جاؤں گا۔"

اس نے بایاں ہاتھ ٹیبل پر ٹکاتے ہوئے جھک کر اس کی سنہری آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا کہا؟" آلف کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔

"میں۔ تمہیں۔ اُٹھا۔ کر۔ لے۔ جاؤں۔ گا۔"

اب کی بار حجاج نے ایک ایک لفظ کو اپنے گھمبیر لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا۔

آلف کے چہرے پر برہمی کے تاثرات ابھرے

"میں تمہیں یہ موقع ہرگز نہیں دوں گی۔" وہ ناگواری سے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ اور اُسے غصے سے گھورنے لگی۔

"تم کیا مجھے اٹھا کے لیکر جاو گے۔" اس کی پھولی ہوئی ناک اور سرخ چہرہ دیکھ کر حجاج کے گال پر گڑھا اُبھرا اس نے سوالیہ انداز میں بھنویں اُچکائیں۔

"میرے پاس پاؤں ہیں میں خود چل کر جاؤں گی۔"

آلف کے جواب نے اس کو گنگ کر دیا۔ اُس کا رد عمل حجاج کی توقع کے بالکل برعکس نکلا، اُسے لگا وہ مزاحمت کرے گی مگر اس نے تو فوراً ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اس کے انداز پر وہ محض کندھے اُچکا کر رہ گیا۔ کچھ بھی نہ بول سکا۔

کیش کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی کایا نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی ہنسی دبانے کی بھرپور کوشش کی۔ کایا دنیا کی وہ پہلی انسان تھی جو اپنی بیسٹ فرینڈ کو ڈان کے قبضے میں دیکھ کر محفوظ ہو رہی تھی۔ آلف نے اُسے دانت کی نمائش کرتا دیکھ اندر ہی اندر شاندار جملوں سے نوازا اور چپ چاپ خاموشی سے بھیگی بلی کی طرح حجاج کے برابر سے نکل کر باہر گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

حجاج کئی لمحوں تک کوئی رد عمل ظاہر نہیں کر پایا۔ اپنی ہنسی کو جبراً دباتے ہوئے۔ اُس نے سیاہ چشمہ آنکھوں پر گرا لیا۔

"کیا چیز ہے یہ لڑکی۔"

وہاں سے نکلتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں تبصرہ کیا تھا۔ پورے رستے اس کے چہرے پر ایک غیر متوقع سی مسکان رہی تھی۔ گاڑی کے سیاہ ٹینڈ شیشے میں اس نے اپنا عکس دیکھا تھا۔ اس کے دائیں گال پر نمایاں ہونے والا ڈمپل گہرا ہوتا دکھائی دیا۔ جسے دیکھ کر ایک پل کے لئے اُسے شدید چڑ محسوس ہوئی تھی۔

مگر دوسرے ہی لمحے پیچھے بیٹھی آلف کو سوچتے ہوئے اس کا وجود برف کی طرح ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

☆...☆...☆

آلف کی آنکھوں میں حیرانگی اور پرجوشی کے ملے جلے تاثرات تھے۔ اتنا بڑا اور خوبصورت گھر اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کی یہ پرجوشی حجاج اور لُوکا سے بھی چھپی نہیں رہی تھی۔

مینشن میں داخل ہوتے ہی حجاج ضروری کال اٹینڈ کرنے وہاں سے چلا گیا تھا۔ پیچھے آلف اور لُوکا رہ گئے تھے۔

"بٹلر آپ کو آپ کے کمرے تک پہنچا دے گا آپ فریش ہو جائیں۔"

وہ گھر کا جائزہ لے رہی تھی جب لُوکا نے اُسے مخاطب کیا۔

"کیا مطلب میں ادھر رہوں گی؟" وہ دبا دبا سا چلائی

"جی باس کا یہی آرڈر ہے۔" اس نے رسان سے جواب دیا

"میں ہرگز یہاں نہیں رہوں گی کہہ دو اپنے باس سے نہیں مطلب عجیب زبردستی ہے۔" وہ

برہمی سے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی

"کچھ فرما رہی ہیں آپ محترمہ؟"

اپنی پشت پر اُس کی رعب دار آواز سن کر آلف نے چھٹکے سے پیچھے دیکھا۔ وہ چند قدم کی دوری پر کھڑا سگار ہونٹوں کے درمیان دبائے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ حجاج کے استفسار پر وہ تذبذب کا شکار ہوئی درحقیقت یہ اس کی شاندار شخصیت کا چارم تھا۔ جس نے اُسے کنفیوژ کر دیا تھا۔

اس نے پہلی بار حجاج یوسف زندانی کو بطور ایک مرد دیکھا تھا۔ اس میں وہ سب کچھ تھا جو عام طور پر ایک لڑکی اپنے ہمسفر میں دیکھنا چاہتی ہے۔

حجاج نے اُسے آنکھیں سکوڑ کر دیکھتے ہوئے سگار کا دھواں ہوا میں خارج کیا پھر گن کو کوٹ کے اندر موجود ہولسٹر میں اڑسا، اور اُس میں وہ سب کچھ بھی تھا جو ایک لڑکی اپنے ہمسفر میں نہیں دیکھنا چاہتی ہے۔

آلف نے چھر چھری لی اُس پر طاری حجاج نامی شیطان کا سحر منٹوں میں غائب ہوا تھا۔

وہ آلف کے سمت ہی قدم بڑھا رہا تھا جب وہ فوراً سے لُوکا کی جانب گھومی تھی۔

"میرا کمرہ؟" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔ اس کے استفسار پر لُوکا نے پاس کھڑے بٹلر کی جانب دیکھا تھا۔ جو اس کی نظروں کا ارتکاز سمجھتے ہوئے فوراً آلف کی رہنمائی کرتا اُسے اپنے ساتھ اوپر اُس کے کمرے تک لے گیا۔

حاج اُسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ سیڑھیاں عبور کر کے اوپر والی منزل میں غائب نہیں ہو گئی۔ وہ اس کی محبت میں گرفتار نہیں تھا کیونکہ اُس کا دل فتح کرنا اتنا بھی آسان نہیں تھا مگر ناجانے کیوں وہ اس لڑکی کو اپنے نزدیک اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔

کیونکہ زندگی میں پہلی دفع وہ ایک ایسی عورت سے ملا تھا۔ جو بہت مضبوط کردار کی مالک تھی۔ جس کی آنکھوں میں اس کا خوف نہیں تھا۔ وہ اپنی آواز کا استعمال کرنا جانتی تھی اور آلف کی انہی خوبیوں نے حاج کو اپنی جانب راغب کیا تھا۔

☆...☆...☆

اپنی پشت پر کمرے کا دروازہ مقفل کرتے ہوئے آلف نے کمرے میں موجود شاندار فرنیچر اور قیمتی پینٹنگز سے سچی در و دیوار کو دیکھا۔ کمرہ نہایت ہی نفاست اور کرینے سے سجا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ خراماں خراماں چلتی دیوار گیر کھڑکی تک آئی اور پردے کو درمیان سے دائیں بائیں کھسکا دیا۔

پردے ہٹتے ہی کمرہ دن کی روشنی میں چمکنے لگا۔ اس کمرے سے آؤٹ ڈور سوئمنگ پول اور سمندر دکھائی دیتا تھا۔ پول ایریا کے بعد ہر اسبزہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ جو سمندر کے کچھ فاصلے پر ختم ہوتا تھا۔ درمیان میں لکڑی کی باڑ تھی۔ جس پر کانٹوں کی تار بچھی تھی۔ جس میں کرنٹ دوڑ رہا تھا۔

سامنے سمندر سے پہلے دائیں اور بائیں جانب لکڑی کے دو اونچے ٹاور بنے ہوئے تھے۔ جس کے کیبن میں حجاج کے گارڈز چوبیس گھنٹے دشمن پر نظر رکھنے کے لئے موجود رہتے تھے۔ مگر اُن میں سے کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ دشمن ان سب کے درمیان پہلے ہی گھات لگائے اپنی باری کے انتظار میں بیٹھا ہے۔

اس کی نظر پول کے پاس کھڑے حجاج پر ٹھہر گئی۔ وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی اور پھر پردے برابر کر دیئے۔

یہاں آنے سے پہلے اُسے پیکنگ کا موقع نہیں ملا تھا اور اب ناجانے اُسے کتنے دن یہاں رہنا تھا۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے واک۔ ان کلوڑ کی جانب بڑھی جیسے ہی وہ کلوڑ میں داخل ہوئی تو ایک پل کے لئے دنگ رہ گئی۔ الماری اس کے سائز کے برانڈڈ کپڑوں اور جوتوں سے بھری ہوئی تھی۔

کلوزٹ سے نکل کر وہ سیدھا ہاتھ روم میں داخل ہوئی اور ایک ایک کر کے سارے دراز اور کیبینٹس کھولنے لگی۔ وہاں اس کے ضرورت کی تمام تر اشیاء موجود تھی۔ حجاج نے اس کی ضرورت کا سارا ساز و سامان پہلے ہی وہاں لا کر بھر دیا تھا۔

وہ خالی الذہنی کی حالت میں چلتی ہوئی دوبارہ کمرے میں آئی اور بستر پر بیٹھ گئی۔ پیروں کو ہیلز کی قید سے آزاد کیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر وہ سامنے دیوار کو گھورنے لگی۔ اس خاموش کمرے میں اس وقت محض گھڑی کے کانٹوں کی کھچ کھچ سنائی دے رہی تھی۔ اس نے غیر دانستہ طور پر گردن ترچھی کی تو دیکھا، سائیڈ ٹیبل پر اسٹیفن کووی کی کتاب

The 7 Habits of Highly Effective People

رکھی ہوئی ہے۔

کتاب کے درمیان ایک بک مارک بھی رکھا ہوا تھا۔ جو اُس نے ایک ہفتہ پہلے رات کو کتاب کو پڑھنے کے بعد رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ اُبھری۔ وہ کونسی کتاب پڑھتی ہے، کونسے برینڈ کا میک اپ استعمال کرتی ہے یہاں تک کہ اُس کے جوتے کا کیا سائز ہے، حجاج نے اس کے یہاں آنے سے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا۔

وہ کتاب کے کور پر انگلی پھیرتے ہوئے کسی گہری سوچ میں دکھائی دے رہی تھی اور اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ ابھی بھی برقرار تھی۔ جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔

اس کی جگہ کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو اب تک رو دھو کر برابر ہو چکی ہوتی مگر آلف وہ پہلی لڑکی تھی جو اپنی مرضی سے پورے ہوش و حواس میں اپنی بیسٹ کی موجودگی میں اغوا ہوئی تھی اور اب آرام سے بیٹھ کر مسکرا بھی رہی تھی۔

☆...☆...☆

“I believe in love, I believe in dreaming,
These are the fruits of my fairytale dreams”

وہ آؤٹ ڈور سوئمنگ پول کے پاس کھڑا دونوں ہاتھ جیب میں مقید کئے سامنے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کو دیکھ کر گنگنا رہا تھا۔ یہ مینشن کا پچھلا حصہ تھا اور یہاں سے سمندر کا حیرت انگیز نظارہ دیکھنے کو ملتا تھا۔

“I believe in love by Vitas”

وہ آلف کی آواز پر چونکا، بے خیالی میں اُسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ پچھلے دس منٹ سے اُس کے پیچھے کھڑی ہے۔

"مجھے یہ گانا بہت پسند ہے لیکن اس کا رشین ورژن زیادہ اچھا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ آکر کھڑی ہو گئی حجاج نے گردن ترچھی کر کے اُسے دیکھا وہ سامنے سمندر کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کندھے پر بکھرے بال ہوا کی شرارت سے لا پرواہی برت رہے تھے۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اتنا اچھا گانا بھی گا لیتے ہو۔" وہ مسکرائی

"ہمم۔۔۔ تنہائی میں کبھی کبھی گنگنا لیتا ہوں۔" اس نے پہلو بدلا۔

"ویسے کسی کے گھر بنا اجازت ایسے ہی گھس جانا اخلاقی طور پر غلط بات ہے۔"

آلف نے کُن اکیوں سے اُس کی جانب دیکھا۔ حجاج کی گردن میں ایک گلی اُبھر کر معدوم ہوئی۔ اُس نے ایک بار پھر پہلو بدلا۔

دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہو گئی۔ سمندر کی موجوں نے شدت پکڑی تو ہوا میں لہروں کا شور سر اٹھانے لگا۔

"کیا میں تمہارا ہاتھ دیکھ سکتی ہوں؟" اُسے خاموش پا کر آلف نے خود ہی گفتگو کا آغاز کر دیا۔

"ہاں مگر فلحال میں مصروف ہوں۔" وہ ہنوز سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے تو تم بالکل فارغ دکھائی دیتے ہو بلکہ سدا کے فارغ دکھائی دیتے ہو اس لئے چپ چاپ یہاں بیٹھو اور مجھے چیک کرنے دو۔" اس نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے پاس رکھے صوفے کی جانب اشارہ کیا۔

"تمہاری زبان زیادہ نہیں چلتی مجھے لوگوں سے انسٹرکشنز لینے کی عادت نہیں ہے۔"

وہ اپنا رخ آلف کی جانب موڑتے ہوئے اُسے آنکھ سکوڑ کر گھورنے لگا۔

"ہاں صحیح بات ہے پانچ فٹ چھ انچ کی لڑکی سے انسٹرکشنز لیتے ہوئے تمہاری انا تو مجروح ہوگی لیکن فلحال تمہارے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں ہے۔" اُس نے ہنکارا بھرا

"اب اگر تم خاموش نہیں ہوئی تو مجھ سے برا۔۔۔" الفاظ اس کے منہ میں ہی دم توڑ گئے۔

"ہممم تم سے برا یہاں کوئی ہے بھی نہیں۔"

اس سے پہلے وہ اپنا جملہ مکمل کرتا آلف نے بازوؤں سے پکڑ کر اُسے صوفے پر دھکیل دیا۔ حجاج نے حیرت سے سر اٹھا کر اُسے دیکھا جو اب جھک کر اس کی شرٹ کے کف لنکس کھول رہی تھی۔

آلف کی اس حرکت پر وہ غش کھا کر رہ گیا۔ زندگی میں پہلی دفع وہ کچھ بولنے کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔ آلف کا چہرہ اس کے بہت نزدیک تھا۔

اس نے دیکھا آلف کی پیشانی پر بکھرے بال بار بار اس کی پلکوں سے الجھ رہے ہیں۔ جس سے تنگ ہو کر وہ بار بار اپنی پلکوں کو زور سے جھپکا رہی تھی۔

اس کے دائیں گال کا ڈمپل ہلکا سا نمایا ہوا شاید وہ مسکرایا تھا۔ وہ اُس کے اتنے نزدیک تھی کہ وہ آلف کے چہرے کا ہر ایک نقش با آسانی حفظ کر سکتا تھا۔

حجاج نے دنیا کے خوبصورت ترین نظارے دیکھ رکھے تھے۔ مگر اس منظر نے اُسے لاجواب کر دیا تھا۔

آلف نے اس کے چہرے پر ابھرتے رنگ نہیں دیکھے تھے۔ وہ کسی ماہر فزیو تھراپسٹ کی طرح اس کا بازو اوپر نیچے کرتے ہوئے حجاج سے سوالات کر رہی تھی اور وہ خاموشی سے بچے کی طرح اُسے محض ہوں، ہاں میں جواب دے رہا تھا۔

"اوکے ہم کل سے تمہاری پراپر فزیو تھراپی شروع کریں گے اور مجھے کسی بھی قسم کا بہانہ نہیں چاہئے سمجھے، جو کرنا ہے کرو مگر میرے وقت میں خیانت نہیں ہونی چاہئے۔"

وہ واپس آستین نیچے کرتے ہوئے اُسے پرنسپل کی طرح آرڈرز دینے لگی۔

"جی سمجھ گیا۔"

وہ اُسے مبہوت سے دیکھتے ہوئے بے دھیانی میں بول گیا۔ آلف نے چونک کر فوراً سر اٹھایا، وہ اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی شہد رنگ آنکھوں میں ستائش کے تارے ٹمٹما رہے تھے۔

اس نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچا۔۔

"آ۔۔ گڈ اب تم جا سکتے ہو۔۔" وہ حجاج سے نظریں چراتے ہوئے فوراً کھڑی ہو گئی۔

"اگر میں نا جانا چاہوں تو؟" حجاج نے مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے اختیاری تھی۔

"کوئی بات نہیں میں چلی جاتی ہوں۔" وہ وہاں سے جانے لگی تب حجاج نے آہستگی سے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا۔

اپنے ہاتھ پر اُس کا لمس محسوس کر، آلف کی سانسوں سمیت پورا وجود منجمد ہو گیا تھا۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی محسوس ہوئیں۔ اُسے لگا اس کا دل سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔

"یہی بیٹھو میری نظروں کے سامنے۔"

وہ تند مزاجی سے اس کے سرخ ہوتے چہرے کو مبہوت سے دیکھتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا۔

"کیوں؟" وہ سراپا سوال بن گئی۔

"کچھ وقت سکون میں کاٹنا چاہتا ہوں اس لئے۔۔"

یہ وہ شخص نہیں تھا جس کے قصے وہ نیوز پیپرز میں پڑھتی آئی تھی۔ دنیا نے حجاج یوسف زندانی کا جو خاکہ آلف کے سامنے کھینچا تھا درحقیقت وہ اس کے بالکل برعکس تھا۔

حجاج نے اس کی نظروں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کی وہ اس کی آنکھ کے نیچے موجود نشان کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے فوراً گردن جھکالی وہ نہیں چاہتا تھا کہ آلف اُس کے زخموں کے نشان دیکھے جو تقدیر نے اُسے دیئے تھے۔

آلف کو دل کے کسی گوشے میں حجاج کے لئے نرمی اُبھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ بنا کچھ کہے اس کے پاس بیٹھ گئی اور وہ دونوں ناجانے کتنی دیر خاموشی سے سامنے ہچکولے کھاتی سمندر کی لہروں کا شور سنتے رہے تھے۔

سورج آہستہ آہستہ بادلوں کے درمیان ڈوب رہا تھا۔ اور پرندے اپنے اپنے آشیانے کو لوٹ رہے تھے۔ شام کے اس پہر ڈھلتے سورج کی روشنی میں وہ آلف کو کسی انجانے راستوں کا مسافر معلوم ہو رہا تھا۔ جس نے برسوں ننگے پاؤں برف کی تخیل بستہ زمین پر چلتے چلتے اپنے پیروں کو زخمی کیا ہو۔

"تم کون ہو حجاج یوسف زندانی؟"

وہ پوچھے بغیر رہنا سکی اس کے سوال پر وہ آہستگی سے مسکرایا دائیں گال کا گڑھا ایک بار پھر نمایا ہوا تھا۔

"تم بتاؤ آلف کہ میں کون ہوں؟"

حاج نے بڑے مکرم انداز میں اس کے سوال پر اپنا سوال رکھ دیا۔

"تم جیسا مجھے دیکھنا چاہو گی میں ویسا ہی نظر آؤں گا۔"

وہ اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا اس کا ہر انداز دل موہ لینے والا تھا۔ وہ کچھ پل بے ربط سی حاج کے خوبصورت چہرے کو تکتی چلی گئی۔

"تمہارا پہلا تاثر مجھ پر بُرا تھا۔ پہلی بار تم مجھے بہت بُرے لگے۔ دوسری بار ضدی اور گھمنڈی لگے اور تیسری بار۔" وہ کہتے کہتے ایک پل کے لئے رُکی وہ پوری توجہ سے اسے سُن رہا تھا۔

"اور تیسری بار؟" اُسے خاموش پا کر حاج نے اس کا جملہ دہرایا۔ اس کی بے صبری نے آلف کے دل میں بہت سے احساس جگائے تھے۔

"اور تیسری بار۔۔۔"

آلف نے ایک بار پھر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آیا کہ احساسات کی اس مالا میں وہ کونسے الفاظ پروئے۔

اس بار حاج نے کوئی سوال نہیں کیا تھا اور نہ اُسے جواب سننے کی چاہ تھی۔ دونوں کے درمیان حائل اس خاموشی نے بنا لفظوں کا سہارا لئے بہت سی گفتگو کی تھیں اور جب آپ کی

خاموشیاں گفتگو کرنے لگے تو سمجھ جانا محبت نے آپ کو چن لیا ہے۔ مگر بعض اوقات انسان محبت کی صورت میں اپنے لئے زندگی بھر کا روگ چن لیتا ہے اُس کے لئے تقدیر ذمہ دار نہیں ہوتی۔

☆...☆...☆

"چارلی میرے بہت سارے ناجائز بزنسز ہیں مگر ایک بزنس ہے جو میں اپنی ماں کے نام سے چلاتا ہوں فشریز کا بزنس جس میں، میں نے آج تک ایک پیسے کی بھی دھاندلی نہیں کی۔" وہ اس وقت سمندر کے بیچ اپنی یاٹ پر تھا۔ ڈیک ایریا میں موجود صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھے حجاج نے ہاتھ میں پکڑی گن کو رُمال سے صاف کرتے ہوئے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے شخص کو دیکھتے ہوئے سرد مہری سے کہا۔

چارلی ماریہ فشریز کا مینیجر تھا۔ جو پچھلے کچھ عرصے سے مچھلیوں کے اندر ڈرگز بھر کر سپلائی کر رہا تھا۔

"میرا یہ بزنس بالکل جائز اور پاک تھا لیکن تم نے اسے بھی ناپاک کر دیا۔" حجاج نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔

"پلیز باس مجھ سے غلطی ہو گئی۔ پلیز باس مجھے معاف کر دیں۔" چارلی نے ملتی انداز میں ہاتھ جوڑے۔

"غلطی ہوتی تو قسم سے معاف کر دیتا مگر تم نے میری ماں کا نام خراب کر کے گناہ کیا ہے، اور گنہگار کو معافی نہیں سزا دی جاتی ہے۔" وہ پھنکارتے ہوئے صوفے سے اٹھا اور اُس کا جبراً بھینچتے ہوئے بندوق کی نال اس کے منہ میں ٹھونس دی۔

چارلی موت کو اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر مچھلی کی طرح پھڑپھڑانے لگا تھا۔

"پھینک دو اسے سمندر میں۔"

گن سے اُس کے منہ پر زور سے ضرب لگاتے ہوئے اس نے پاس کھڑے اپنے بندوں کو حکم دیا۔

"نہیں باس پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

گارڈز کی مضبوط گرفت سے خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر گڑگڑایا مگر وہ اس کی التجاؤں کو ان سنا کرتا رخ اندر کی جانب موڑ گیا۔

"باس آپ کو آپ کی محبت کا واسطہ پلیز میری جان بخش دیں"

ہوا نے اپنا رخ بدلا، حجاج کے بڑھتے قدم ساکن ہوئے۔ آنکھوں کے سامنے ایک چہرہ لہرایا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر خود بخود ایک معنی خیز مسکراہٹ آگئی۔

"اففففف یہ محبت۔" وہ گن کی نال ماتھے پر رگڑتے ہوئے بولا

"محبت کا واسطہ دے کر تم نے تو میرے ہاتھ باندھ دیئے چارلی"

وہ پلٹا۔۔

چارلی کی سانسیں کچھ بہال ہوئیں۔ اُسے امید کی کرن نظر آئی۔

"مگر چارلی اپنے لئے زندگی مانگ کر تم نے خود پر جہنم کے دروازے کھول دیئے ہیں"

اُس کی مسکراہٹ گہری ہوئی اور چارلی کا رنگ فق پڑا۔ آنکھوں کے سامنے کالے سائے دکھائی دینے لگے۔

"تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ موت آسان سزا ہے۔۔۔ ہاں؟" اس نے مضحکہ خیز انداز میں استفسار کیا۔

"تم انسان نہیں ہو حجاج۔" چارلی نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا
"درست کہا"

اس نے گن کو پیچھے جیب میں اڑسا۔

"میں تو فرشتہ ہوں۔" رک کر تصحیح کی

"موت کا فرشتہ۔" پھر سرد مہری سے معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"ویلکم ٹو مائے ہیل۔۔۔۔ چارلی"

ہوا میں اس کے قہر کا عذاب وبا کی مانند پھیل گیا۔

وہ طوفان کی طرح کیمین میں داخل ہوا اور کوٹ اُتار کر صوفے پر پھینکا۔ موسم ٹھنڈا اور خوشگوار تھا لیکن حجاج کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

بار کاؤنٹر سے وائٹ کا گلاس اٹھاتے ہوئے اس نے سختی سے لُوکا کے ہاتھ سے آئی پیڈ کھینچا۔ اس کا پورا وجود بے چینی کے حصار میں تھا۔

اسکرین پر آلف کا چہرہ اُبھرا وہ پُل میں پاؤں ڈال کر بیٹھی، کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر حجاج کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر اُبھرا تھا۔ جو پاس کھڑے لُوکا نے بڑے غور سے دیکھا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں باس؟"

اُسے حجاج کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا پورا وجود جہنم کی آگ کی طرح دہکا ہوا تھا۔

"This woman..."

آئی پیڈ کی روشن اسکرین پر نظر آتے چہرے پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ رُکا۔

"She has an aura of goddess, she can destroy me with her one sight"

وہ قلبِ حزیں سے سر سے پاؤں تک دُھواں دُھواں ہو چکا تھا۔ اس نے آنکھیں زور سے میچنیں۔

"ہر وہ شخص جسے میں نے چاہا وہ مجھ سے دور ہو گیا۔"

اور جب آنکھ کھولی تو دُھواں کہیں غائب ہو گیا تھا۔

اس نے وائُن کا گلاس لبوں سے لگانے کے بجائے ہوا میں اٹھایا اور غور سے دیکھنے لگا۔ چند سیکنڈز گلاس کو یوں ہی گھورنے کے بعد حجاج نے خاموشی سے گلاس کو الٹتے ہوئے ساری وائُن نیچے گرا دی۔ اور لُوکا حیرت زدہ ناجانے کتنے لمحوں تک حجاج کو دیکھتا رہا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں باس؟"

آج وہ لُوکا کے سامنے اپنی حقیقی چہرے کے ساتھ جلوت ہوا تھا۔ وہ چہرہ جس پر خدشات اور ڈر کی شکنوں کا جال بچھا تھا۔ اُس نے آج سے پہلے حجاج کو اتنا مضطرب نہیں دیکھا تھا۔

"میں اُسے اپنے بخت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں"

اس کی حالت بتا رہی تھی کہ محبت نے اس کے دل پر دستک دینا شروع کر دی ہے۔ وہ دستک جس کا شور اب اس کے تاریکی میں ڈوبے سُن ذہن کو بیدار کر رہا تھا۔

"لیکن کیوں؟"

حاج کی آنکھوں میں تیزی سے خیمہ زن ہوتا خوف دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ کھو دینے کا ڈر تھا۔

"پچیس سال پہلے میرے باپ نے اپنی من پسند عورت کو کھویا تھا۔ وہ عورت جو میری ماں تھی میرے باپ کی محبت۔"

اس کے سینے میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔

"جب سے وہ میری زندگی میں داخل ہوئی ہے۔ میری راتیں پر سکون ہو گئی ہیں۔ مجھے نیند کے لئے مام کے لیٹرز کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، جو وہ ہر سال میری سالگرہ پر میرے لئے لکھتی تھیں۔"

حاج نے گہری سانس بھر کر ہاتھ بالوں میں پھیرا۔

"مجھے ڈر ہے کہ میں اُسے کھو دوں گا"

لُوکا اُسے ہنوز دیکھتا رہا۔

"اب تو میں نے پینا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کوشش بھی کروں تو چڑھتی نہیں ہے۔" وہ اداسی سے مسکرایا

"چڑھتی نہیں ہے اس لئے پینا چھوڑا ہے آپ نے یا آلف میم کو بُرا لگے گا اس لئے چھوڑ دیا ہے؟"

سوال تھا یا جواب سمجھ نہیں آیا۔۔

وہ صوفے پر نڈھال سا بیٹھا سر پیچھے گرا کر آنکھیں بند کر لیں تو آلف کا چہرہ نظر آیا۔

"ایسا لگتا ہے میں کسی شیشے کی بھول بھلیاں میں پھنس گیا ہوں۔ جس کے ہر آئینے میں مجھے آلف کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ میرے ارد گرد، چاروں طرف، ہر سمت ہے وہ، میں چاہوں بھی تو کہیں جا نہیں سکتا۔ وہ ہر جگہ ہے، ہر طرف ہے۔" اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں اُس کے سحر میں پھنس چکا ہوں اس نے مجھ پر کوئی منتر پھونک دیا ہے۔ میرا دل کرتا ہے میں اس کے ارد گرد ننگے پاؤں چکر لگاتا رہوں، اُسے ہر رُخ، ہر زاویے سے دیکھوں۔" وہ سحر زدہ انداز میں بنا پلکیں جھپکائے بول رہا تھا۔ لُوکا کو لگا سامنے بیٹھا شخص کسی جادو کے زیر اثر ہے۔

"اُس نے میرے چاروں طرف حصار باندھ دیا ہے میں چاہ کر بھی اس حصار کی قید سے باہر نہیں نکل سکتا، میں اور میرا دل بے اختیار ہو گیا ہے"

یہ اُسے کیا ہو گیا تھا۔ لُوکا کی آنکھوں میں حیرت بتدریج بڑھنے لگی۔

"I'm trapped Luca I'm completely trapped"

اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

محبت جب نوازتی ہے تو خالی ہاتھ واپس نہیں جاتی مقابل سے کچھ نا کچھ ضرور لیکر جاتی ہے۔
پھر چاہے وہ عزت نفس ہو، راحت ہو یا قوت۔۔۔ یہ دوطرفہ تجارت ہے۔

یو لو ہر باس۔۔۔ ڈونٹ یو؟" لوکا نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

اور حجاج نے آنکھیں موند کر سر شکست خوردگی سے جھکا دیا۔

اس سوال کا جواب خود اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ جو احساسات وہ اُس لڑکی کے لئے اپنے
دل میں رکھنے لگا تھا۔ وہ محبت سے بلند تھے۔ وہ جگہ، جہاں دل نہیں بس راہ تھی، اب آباد
ہو رہی تھی۔

☆...☆...☆

نائٹ کلب کی روشنی مدھم تھی، نین لائٹس کے ساتھ ڈانس فلور پر ایک خوفناک سی چمک
تھی۔ ہوا دھوئیں اور شراب کی بو سے گھنی تھی، اور موسیقی اتنی اونچی تھی کہ بات چیت
بلکل ناممکن تھی۔ ہجوم لوگوں کا ایک مرکب تھا، کچھ وحشیانہ انداز میں رقص کر رہے تھے اور
کچھ بوتھوں میں بیٹھے، مشروبات کے گھونٹ پی رہے تھے۔ اور موسیقی سے لطف اندوز ہو
رہے تھے۔

اُن سب کے درمیان وہ سفید رنگ کی جھلملاتی منی اسکرٹ میں ملبوس تھی گھنگریالے بال کندھے پر لا پرواہی سے پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ ڈانس فلور پر دوسرے لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان موسیقی کی دھن پر رقص کر رہی تھی۔

اُس نے میوزک کی بیٹ پر تھرکتے ہوئے اپنے کلچ سے سفید پاؤڈر کی پڑیا نکالی اور خاموشی سے اپنے ساتھ رقص کرتے شخص کو تھادی اتنے اندھیرے اور شور میں کسی نے بھی اُس کی اس حرکت پر غور نہیں کیا تھا۔

وہ جتنی ایمانداری سے دن میں کیش سنبھالتی تھی اتنی ہی بے ایمانی سے رات کی تاریکی میں ڈرگز بیچتی تھی۔ یہ تھا اُس کا ڈارک سیکریٹ، محبت میں مسلسل ناکامی کا منہ دیکھنے والی گولڈ ڈگر کا یا فینونا منشیات فروش تھی۔

وہ اپنے کام میں پوری طرح سے مصروف تھی جب کلچ میں رکھا اس کا موبائل واٹس ایپٹ ہونے لگا۔ اسکرین پر آلف کا نمبر چمک رہا تھا۔ نمبر دیکھتے ہی کایا کے منہ کے زاویے بگڑے۔ کام کے دوران اُسے کسی بھی قسم کا خلل پسند نہیں تھا۔

مگر آلف کی مسلسل کالز نے اُسے کال ریسیو کرنے پر مجبور کر دیا کیونکہ آج سے پہلے کبھی اس نے کایا کو بے وقت بلا وجہ اتنے فون کالز نہیں کئے تھے۔

"خیریت تو ہے؟" ریسٹ روم کا دروازہ اپنی پشت پر بند کرتے ہی کایا نے سوال کیا۔

"کچھ خیریت نہیں ہے یار۔"

آلف اپنے کمرے میں دائیں سے بائیں ناخن چباتے ہوئے چکر کاٹ رہی تھی۔
"کیوں کہیں اُس نے تم پر تشدد تو نہیں کیا؟" کایا کے سوال پر آلف کا ماتھا سنکا۔

"کبھی اپنی کالی زبان سے اچھے الفاظ ادا مت کرنا ٹھیک ہے"

کایا نے شیشے میں خود کو دیکھتے ہوئے لا پرواہی سے کندھے اچکائے۔

"تو پھر کیا ہوا ہے تم خود ہی بتا دو عجیب۔" وہ زچ ہوئی۔

"کایا کچھ بہت عجیب سا لگ رہا ہے ایسا جو پہلے کبھی نہیں لگا۔"

"کیسا عجیب گھل کر بولو۔"

"مجھے نہیں پتا کیسے بیان کروں بس نیند نہیں آرہی اور بھوک بھی نہیں لگ رہی۔"

آلف کی بات پر کایا ایک لمحے کے لئے فریز ہوئی، دونوں کے درمیان ایک پل کے لئے خاموشی کا وقفہ آیا۔

"آلف۔" کچھ لمحے گزرے تو کایا نے بے حد آرام سے اُسے مخاطب کیا۔ اُس کی پُکار میں حیرت کا عنصر شامل تھا۔

"بولو کایا"

آلف کے بے چینی سے چکر کاٹتے ہوئے قدم بھی ساکن ہو گئے۔ وہ اس کے لہجے میں موجود حیرانگی محسوس کر رہی تھی۔

"کیا تم حجاج کے لئے کچھ محسوس کرنے لگی ہو؟"

سوال غیر متوقع نہیں تھا مگر پھر بھی آلف کو جھنجھوڑ گیا۔

"میں محسوس نہیں کرنا چاہتی کچھ، وہ بھی حجاج کے لئے مگر میرے جذباتوں پر میرا اختیار نہیں وہ کل کے بعد سے مجھے اچھا لگنے لگا ہے مجھے لگتا ہے۔ وہ مجھے کبھی تکلیف نہیں دے گا۔" یہ بات کہتے کہتے وہ جہاں کھڑی تھی وہیں بیٹھ گئی۔

"ویسے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تمہارے دل میں حجاج کے لئے ایسے احساسات جاگے کس بات پر ہیں؟"

اس کے استفسار پر آلف نے کل شام کا پورا قصہ اس کے گوش گزار کیا۔
"گاڈ بلیس یو مائے چائلڈ۔"

کایا نے بمشکل اپنا قہقہہ دبایا وہ آلف سے اور اُمید بھی کیا کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آلف بہت نازک مزاج اور رحم دل انسان تھی۔ اس کا یہ رد عمل کایا کے لئے غیر متوقع ہرگز نہیں تھا۔

حجاج نے اپنی زندگی میں بہت سے غلط کام کئے تھے مگر آلف کو اس کا نرمی سے پکارنا بھایا تھا۔

وہ لوگوں کی چھوٹی سی چھوٹی اچھائی کو ان کی بڑی سی بڑی برائی پر فوقیت دیتی تھی۔ اور یہاں بھی اس نے یہی کیا تھا۔ اس نے حجاج یوسف زندانی کے تمام بُرے اعمال کو زیرو سے ملٹی پلائے کر دیا تھا۔

"اب تم کیا کرو گی آلف؟" اس کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے کایا نے سوال کیا۔

"ہاں..؟ پتا نہیں۔" وہ جو کسی خیال میں الجھی تھی اس کے سوال پر چونکی۔

"دیکھو وہ تمہیں زبردستی اپنے ساتھ اٹھا کر لے گیا۔ اور پھر وہاں اپنے گھر میں رہنے پر مجبور بھی کیا۔ تم اچھے سے جانتی ہو کہ حجاج کون ہے۔ اس سب کے باوجود تم کیسے اس کے لئے اپنے دل میں کچھ بھی اچھا محسوس کر سکتی ہو۔ یہ محض اسٹاکہولم سنڈروم ہے۔ تم حجاج کا اپنی جانب نرم گوشہ دیکھ کر اسٹاکہولم سنڈروم کا شکار ہو رہی ہو بس۔

اور تم اچھے سے جانتی ہو یہ ایک نفسیاتی رد عمل ہے جہاں اغوا یا بدسلوکی کا شکار اپنے اغوا کار یا بدسلوکی کرنے والے کے لئے پیار، اعتماد، یا ہمدردی کے جذبات محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور آلف اس وقت تم یہی کر رہی ہو اور میں تمہیں بتا دوں کہ یہ ایک پیچیدہ اور سنگین مسئلہ ہے اور تمہیں ایک اچھے سائیکاٹرک کی ضرورت ہے۔"

ایک سانس میں اتنی لمبی بات کرنے کے بعد اب وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر ہانپ رہی تھی۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو کایا میں واقعی اسٹاکھولم سنڈروم کا شکار ہو رہی ہوں، اس نے مجھے

زبردستی اپنے پاس رکھا ہوا ہے اور یہ سب کر کے وہ شاید میری ہمدردی سمیٹنا چاہتا ہے "

اس نے فوراً سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کایا کی بات کی تائید کی۔

کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد آلف نے فون سائیڈ میں رکھ دیا اور دونوں بازوؤں گھٹنے کے گرد لپیٹ کر خالی نگاہوں سے سامنے دیوار کو تکتے لگی۔

اس دیوار پر ایک خوبصورت سی پینٹنگ آویزاں تھی۔ جس میں مصور نے سرمئی رنگ کے گلاب پینٹ کئے ہوئے تھے۔ اور یہ پینٹنگ اس کمرے کی خوبصورتی کو مزید اُجاگر کر رہی تھی۔

"سرمئی رنگ کے گلاب۔۔۔۔ نا کبھی دیکھے نہ سُنے۔"

وہ پینٹنگ کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کا ذہن بہت سی سوچوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ چہرے پر بیک وقت بہت سے رنگ آ جا رہے تھے۔ آلف داؤد ابراہیم کی نیندیں اڑ گئیں تھیں۔

اور اس کے متصل کمرے میں حجاج اپنے نائٹ سوٹ میں ملبوس صوفے پر بیٹھا سر پشت پر گرائے چھت کو خمار آلود نگاہوں سے تک رہا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ پہلو میں کُشن پر رکھا ہوا

تھا۔ پاس ہی ایک خط بھی پڑا تھا جسے اس نے آج بھی کھول کر نہیں پڑا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں سگار تھا۔ دونوں پاؤں سامنے سینٹر ٹیبل پر ٹکائے وہ ایک الگ ہی سفر پر نکلا ہوا تھا۔ وہ جو دنیا کی نظر میں شیطان تھا وہ اب اپنے اندر اُڈتے انسانی جذبات کی شدتیں محسوس کر رہا تھا۔ جو اس کے وجود کو ایک طرف جلا رہی تھی تو دوسری جانب تسکین بھی دے رہی تھی۔

سامنے دیوار پر بڑی سی اسکرین نصب تھی۔ جس پر مینشن کے مختلف کمروں کی لائیو فوٹیج چل رہی تھی۔ اس نے جلتے سگار کو ایش ٹرے میں بجھانے کے لئے نظر گھمائی تو آلف کا چہرہ اسکرین پر دیکھ کر حجاج کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے اور چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُسے مینشن میں ادھر سے ادھر بھاگتے دوڑتے دیکھ کر یکدم اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی بکھر گئی تھی۔ آلف کی موجودگی اس اینٹ اور پتھر سے بنے مکان کو ایک گھر ہونے کا احساس بخش رہی تھی۔ حجاج کو لگا گھر کی در و دیوار آلف کی موجودگی سے محفوظ ہو کر مسکرا رہے ہیں۔

لیکن اُسے یہ نہیں پتا تھا کہ جسے وہ اپنی آرزوؤں کی تکمیل سمجھ رہا ہے، درحقیقت وہ اس کی تباہی کا سامان ہے۔ اگر قسمت میں تباہی لکھی ہو تو انسان خود ان راستوں پر چلتا ہے جن پر

صرف خار ہی خار ملتے ہیں۔ آلف کو اپنی زندگی میں جگہ دے کر حجاج نے اپنے لئے وہ زخم خریدے تھے۔ جن سے رستا ہوا خون کبھی بھی خشک نہیں ہونے والا تھا۔

☆...☆...☆

کچھ دیر گھن چکروں کی طرح دیوار کو گھورنے کے بعد اُسے شدید بھوک کا احساس ہوا۔ وہ موبائل چارجنگ پر لگا کر کمرے سے باہر نکلی، راہداری میں نیم اندھیرا تھا۔ اس نے برابر والے کمرے کے دروازے پر نظر ڈالی اور خاموشی سے نیچے آگئی۔ ہال بھی یکدم سنسان پڑا تھا۔ ملازم اپنے اپنے کمروں میں گہری نیند میں مبتلا تھے۔

رات کے اس پہر آلف کو بھوک لگی تھی جس کی وجہ سے اُسے نیند نہیں آرہی تھی۔ اور اس وقت ملازمین کو جگانا اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس لئے اس نے خود اپنے لئے کچھ بنانے کے لئے کچن کا رخ کیا تھا مگر یہ مینشن اتنا بڑا تھا کہ کچن ڈھونڈنے میں ہی اُسے دس سے پندرہ منٹ لگ گئے تھے۔

اور جیسے ہی وہ کچن میں داخل ہوئی۔ حیرت سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ کیونکہ یہ کچن اس کے ایک کمرے والے فلیٹ جتنا بڑا اور اس سے بھی زیادہ حسین تھا۔

"واؤ" وہ مبہوت ہوئی۔

یہ کچن واقعی بہت خوبصورت، کشادہ اور کھلا تھا، جس کے کاؤنٹر ٹاپس ایک خوبصورت، پالش پتھر سے بنے ہوئے تھے۔ جو روشنی میں چمکتے تھے، اور کیمینٹس بہترین مواد سے جدید طرز پر بنائے گئے تھے۔

ایپلائینسز سب سے اوپر موجود تھے، ان میں بلٹ ان ایسپریسو مشینیں، وارمنگ دراز، اور وائن کولر جیسی خصوصیات تھیں۔ کچن کے بیچ میں بھی ایک کاؤنٹر تھا۔ جس میں ایک بلٹ ان سنک موجود تھا۔

وہ حیرت اور پر جوشی سے پورے کچن کو حسرت سے دیکھتی رہی پھر ریفریجریٹر کھول کر اندر رکھیں چیزوں کا جائزہ لینے لگی۔

سامنے ہی سرخ اسٹابریز کا باؤل رکھا تھا۔ آلف کے چہرے پر لیموزین جتنی لمبی مسکراہٹ اُبھری۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر باؤل باہر نکالا اور ساتھ میں دودھ سے بھرا جگ بھی نکال کر کاؤنٹر پر رکھا کافی مشقتوں کے بعد اُسے وہ کیمینٹ مل گیا جس میں کراکری رکھی تھیں۔ اس نے اسمو تھی بنانے کے لئے چند اسٹابریز چھوٹے سے باؤل میں نکال کر سنک میں دھونے کے لئے رکھیں۔

"یار اس نل میں پانی کیوں نہیں آرہا لگتا ہے ٹنکی خالی ہو گئی ہے"

وہ نل پر ہاتھ مارتے ہوئے بڑبڑائی۔ کافی بار کوشش کرنے کے بعد وہ تھک ہار کر پیچھے ہٹنے ہی لگی تھی۔ جب اُسے اپنی پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر سامنے ریفریجریٹر میں نظر آتے حجاج کے عکس کو دیکھا اور اس کے دونوں ہاتھ پہلو میں جا گرے۔

“ It’s a sensor faucet”

وہ اپنی پرکشش بھاری آواز میں بولا۔ اس کے احساس نے آلف کی سانسیں روک دی تھیں۔ آلف اور حجاج کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ تھا۔ اس نے ذرا سا آگے کو بڑھ کر اپنا ہاتھ نل کے نیچے رکھا تو نل سے پانی بہنے لگا۔

آلف نے خجالت سے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنی آنکھیں زور سے بند کیں، اُسے اپنی کم عقلی پر ماتم کرنے کا دل کیا۔ وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا مگر آلف نے پلٹ کر دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔

"رات کے اس پہر تم یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو؟"

حجاج نے اُس کے کندھے پر تھوڑے فاصلے سے جھکتے ہوئے استفسار کیا۔

"م۔۔ مجھے بھوک لگی تھی۔" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"اپنا رخ میری جانب کرنے کی زحمت کرو گی مس آلف داؤد ابراہیم"

اس کا ہاتھ اب بھی نل کے نیچے تھا۔ خاموش کچن میں بہتے پانی کے شور نے ماحول میں عجیب سا سرور بھر دیا تھا۔ وہ خود کو پرسکون رکھتے ہوئے آہستگی سے پلٹی۔

حاج نے آنکھیں سکوڑ کر اس کے چہرے کے ہر ایک نقش کو بغور دیکھا اور وہ جواباً پلک بھی نا جھپکا سکی تھی۔

"کیا بنا رہی تھی؟" عام سے انداز میں استفسار کرتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے ہوا تو آلف کی سانس بہال ہوئی۔

"اسٹابری اسمو تھی۔" وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی

"بیٹھو میں بناتا ہوں۔"

حاج نے کاؤنٹر کے پاس رکھی کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آلف نے حیرانگی سے اُسے دیکھا۔ وہ اب اسٹابریز کو دھو کر درمیان سے کاٹ رہا تھا۔

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" آلف نے الجھے ہوئے انداز میں سوال کیا۔ اس کے استفسار پر حاج کا تیزی سے چلتا ہاتھ ساکن ہوا۔

"تمہیں اپنے قریب کرنے کے لئے۔" انداز دو ٹوک تھا۔

"لیکن میں پہلے ہی تمہارے قریب ہوں۔"

"قریب ہو مگر دسترس میں نہیں۔"

وہ ایک بار پھر اسمو تھی بنانے میں مصروف ہو گیا تھا اور آلف لاجواب سی اُسے دیکھتی رہے گئی۔

سیاہ رنگ کے ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس بکھرے بالوں کے ساتھ وہ لاپرواہی سے کچن میں آلف کے لئے اسٹابری اسمو تھی بنا رہا تھا اور گھر کے عام سے حلیے میں وہ کافی ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا۔

وہ ٹھوڑی ہاتھ کے مکے پر ٹکائے خاموشی سے اُسے کام کرتا دیکھ رہی تھی۔

"یہ لیجئے آپ کا اسٹابری اسمو تھی"

حاج نے فرو فیشنل شیف کی طرح اسمو تھی کا گلاس ٹرے میں رکھتے ہوئے آلف کی جانب بڑھایا۔ اس کا ہر انداز پہلے سے زیادہ متاثر کن اور چونکا دینے والا تھا۔ وہ کسی پراسرار راز کی طرح تھا جو آلف کے سامنے آہستہ آہستہ گھل رہا تھا۔

"مجھے گھورنے سے اسمو تھی کا ذائقہ پتا نہیں چلے گا، اس کے لئے تمہیں اسے پینا پڑے گا۔"

حاج نے اس کے چہرے کے آگے چٹکی بجاتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو آلف نے فوراً گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ اس کا انداز اس قدر دل فریب تھا کہ آلف کو اپنی دھڑکن کانو میں سنائی دینے لگی۔

وہ اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہو کر مسکرایا مگر اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔
 "اونہوں۔۔۔۔"

ایک گھونٹ پیتے ہی آلف نے عجیب سا منہ بناتے ہوئے حجاج کو دیکھا۔ حجاج جو اُسے تند مزاجی سے دیکھ رہا تھا ایک دم چونکا۔
 "کیا ہوا؟"

"یلکک!! اس میں شوگر نہیں ڈالی تم نے، ایک دم پھیکا ہے۔" وہ منہ بگاڑتے ہوئے بولی۔ اُسے منہ بناتا دیکھ حجاج کے اعصاب تن گئے۔

"شوگر؟" اس نے بھنویں اُچکاتے ہوئے تنقیدی نگاہوں سے آلف کو دیکھا، جو اب ٹشو سے اپنے ہونٹ صاف کر رہی تھی۔

"اتنا پھیکا اور بد مزہ اسمو تھی میں نے آج تک نہیں پیا۔" یہ سن کر حجاج کے کان سرخ ہو گئے۔
 یہ شرمندگی کی انتہا تھی۔

"تمہیں فزیو تھراپسٹ نہیں فائر فائٹر ہونا چاہئے تھا"

"کیوں؟" اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیونکہ ارمانوں پر پانی پھیرنا تمہیں بہت اچھے سے آتا ہے۔" وہ اُسے گھورتے ہوئے ناگواری سے بولا۔

حاج کی شکل دیکھ کر آلف کا قہقہہ بے قابو ہوا تھا۔ جس پر اس نے بہت مشکل سے قابو پایا۔

حاج اب بھی اُسے مخمور نگاہوں سے پوری توجہ کے ساتھ آنکھیں سکوڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی شہد رنگ آنکھوں کا مرکز بنی آلف نے تذبذب سے اپنے نچلے لب کو زور سے دانتوں تلے دبایا۔

"You drive me crazy Alaf daud Ibrahim"

حاج یوسف زندانی کے لفظوں نے اُس کے پورے وجود میں ہلچل مچادی تھی۔ اپنے سامنے بیٹھی موم کی گڑیا کو حیا سے سمٹتے ہوئے دیکھ کر حاج کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ اور وہ کچھ بھی کہے بغیر اس کے برابر سے نکل گیا تھا اور پیچھے آلف کئی لمحوں تک اس کے لفظوں کی شدت کو محسوس کرتی رہی تھی۔

حاج کچن سے نکلنے لگا تو دروازے پر لوکا کو دیکھ کر فوراً اپنی چال بدل دی۔ چہرے کو دوبارہ برہم کر لیا اور آنکھیں سکوڑ کر چھوٹی کر لیں۔

"آ۔۔۔ ہاں وہ مجھے پیاس لگی تھی۔" اس نے فوراً جھوٹ کا سہارا لیا۔

"خیر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" حجاج نے موضوع بدلا

"مجھے بھی پیاس لگی تھی۔" اس نے بہت دقت سے اپنی مسکراہٹ لبوں پر روکی تھی۔

"تو پھر کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو"

(آج سب کو ایک ساتھ ہی پیاس لگ گئی ہے)

وہ کندھے اُچکاتا وہاں سے چلا گیا۔

اور مار کو نے ٹھیک ہی کہا تھا، محبت اس کتے کی طرح ہوتی ہے جو اونٹ پر بیٹھے شخص کو بھی اُچک کر کاٹ لے۔ بس بندے کی قسمت خراب ہونی چاہی۔

محبت نے اس کا کیا حال کر دیا تھا۔ رشیا کا ڈان اب راتوں کو جاگ کر اپنی محبوبہ کے لئے
اسمو تھی بنا رہا تھا۔

"ہائے"

آلف نے خجالت سے اپنے تاثرات گلاس کے پیچھے چھپاتے ہوئے پورا گلاس خالی کر دیا۔

"ویسے حیرت کی بات ہے پھیکا اسمو تھی بھی آپ پورا پی گئی، باس کے رعب کا اثر ہے یا بات کچھ اور ہے؟"

اس کی صاف گوئی پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اُسے سمجھ نہیں آیا کہ اس بات کے جواب میں کیا کہے۔

"نہیں وہ دراصل مجھے اسٹابری اسمو تھی پسند ہے۔" اس نے زبان سے ہونٹ پر لگے اسمو تھی کو صاف کرتے ہوئے معصومیت سے کہا تو لوکا مسکرایا۔

"بس اسمو تھی پسند ہے یا۔" رُک کر آلف کے تاثرات ٹٹولے جو ہر سیکنڈ بدل رہے تھے۔

"اسمو تھی بنانے والا؟" سوال غیر متوقع تھا۔ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا۔

"اُممممم بہت نیند آرہی ہے گڈ نائٹ لوکا۔" آلف اُونگنے کی اداکاری کرتے ہوئے کھڑی ہو گئی اور رُخ دروازے کی جانب کیا اور ایسے بھاگی کہ مڑ کر دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی جیسے پیچھے لوکا نہیں کوئی بلا ہو جو اُس کے پیچھے دیکھنے پر کھا جائے گا۔

☆...☆...☆

"کایا مجھے کوئی تین ایسے ٹھوس وجوہات دو کہ مجھے اس سے نفرت ہو جائے شدید والی۔"

اس نے مقابل سے نا حال پوچھا نہ احوال سیدھا سوال پیش کیا۔

"مجھے موقع ملے تو میں اُس گھڑی کو ہی توڑ دوں جس گھڑی تم میری دوست بنی تھی آلف۔"

کایا بستر پر ڈھیر ہوتے ہوئے بیزاری سے بولی وہ ابھی ابھی گھر میں داخل ہوئی تھی اور پورا دن کاؤنٹر پر کھڑے رہنے کے بعد وہ بہت زیادہ تھک چکی تھی۔

"منہ کھولو مگر صرف میرے سوالوں کا جواب دینے کے لئے۔" وہ فون پر ہی اُس پر غرائی

"Alaf he is a walking red flag"

یہ سُن کر آلف کے ہونٹ۔۔۔ اوہ۔۔۔ میں سمٹے۔

"دوسرا یہ کہ اُس نے تمہیں زبردستی اپنے گھر رکھا ہوا ہے"

"ہاں صحیح کہہ رہی ہو"

"اور تیسرا یہ کہ وہ تم سے عمر میں کافی بڑا ہے۔" کایا نے آخری بات پر زور دیا۔

"زیادہ نہیں بس بارہ سال۔" آلف نے فوراً زبان دانتوں تلے دبائی۔

کایا بستر پر چت لیٹی تھی، جھٹکے سے اٹھ بیٹھی خاموشی سے آلف کو ملامت کرتے ہوئے اُس نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا آلف اب اگر تم نے فون کر کے میرا دماغ کھایا تو فون کے اندر گھس کر تمہیں ماروں گی سمجھی۔" اس نے غصے سے فون پٹخ دیا اور آلف ہونق کی طرح موبائل اسکرین کو گھورتی رہ گئی۔

"منہوس بلا وجہ ہی مجھے دانٹ دیا۔ اس میں غصہ ہونے والی کیا بات تھی" اس نے منہ بسورے کہا

"مجھے منہوس بول رہی ہو اب ملو مجھے تم، تمہیں اسمو تھی میں زہر ناملا کر دے دیا تو میرا نام بھی کایا فیونا نہیں۔" فون سے یکدم کایا کی آواز گونجی تو اس نے چونک کر موبائل اسکرین کی جانب دیکھا جو روشن تھا، کال ابھی بھی چل رہی تھی۔

"اوہ شٹ۔" اس نے جلدی سے کال منقطع کر دی۔

☆...☆...☆

حجاج اس وقت فائیو سٹار ہوٹل کے لانچ میں بیٹھا تھا۔ اس کے مقابل صوفے پر سیاہ فارمل سوٹ میں ڈی'سلوا کا رائٹ ہینڈ بیٹھا ہوا تھا اور پیچھے چند گارڈز بھی کھڑے تھے۔

لانچ کی دیوار گیر بلند قامت کھڑکی سے سورج کی روشنی شیشے سے ٹکراتے ہوئے ماربل کے فرش کو چمکا رہی تھی۔

اونچی چھت سے لٹکے ہوئے شیشے کے قیمتی فانوس میں حجاج کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔

"معاهدے کے مطابق سپینز کی سہلائی اب تک نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے ہمارا کافی نقصان ہوا ہے۔ باس اس حوالے سے آپ کے ساتھ میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو فوراً سرینکا بلایا ہے۔"

اپنے باس کا پیغام دینے کے بعد وہ کچھ سیکنڈز دھڑکتے دل کے ساتھ حجاج کو رد عمل کی توقع لئے دیکھتا رہا۔

("He has an aura of devil, Now I understand why the boss didn't come here himself")

اس نے سگار کا دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے نظر اٹھا کر ڈی 'سلوا کے رائٹ ہینڈ کو دیکھا۔ دونوں بازوؤں صوفے کی پشت پر پھیلائے وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر اپنے مخصوص انداز میں بیٹھا، اپنی ذات میں اتنا پر اعتماد اور مکمل لگ رہا تھا کہ مقابل بیٹھے شخص نے تھوک نگلتے ہوئے دل ہی دل میں تبصرہ کیا۔

"میں تمہارے باس کی سرپرستی میں کام کرنے والا کوئی معمولی غنڈا نہیں ہوں جو اس کے بلانے پر دوڑتا ہوا سرینکا پہنچ جاؤں گا۔" رک کر سینے پر دستک دی

"میں چھ فٹ چار انچ کا مرد ہوں جو رشیا پر حکومت کرتا ہے۔ یہ پورا ملک میری فنگر ٹمپس پر چلتا ہے لڑکے۔" وہ جب بولا تو اس کے انداز میں بادشاہ جیسا قہر تھا۔۔۔ ادا تھی، چارم تھا۔

حاج مقابل سے محو گفتگو تھا۔ جب لُوکا کے کوٹ کی جیب میں رکھا فون وائبریٹ ہونے لگا۔ اس نے فون نکال کر دیکھا تو اسکرین پر چمکتا نمبر جانا پہچانا تھا۔ وہ یس کا بٹن دباتے ہوئے لونج سے باہر نکل گیا۔ حاج نے گفتگو کے دوران سرسری سی ایک نظر باہر جاتے لُوکا پر ڈالی تھی۔ چند منٹ بعد لُوکا موبائل کے اسپیکر پر ہاتھ رکھتا دوبارہ لانج میں داخل ہوا اور جھجکتے ہوئے فون حاج کی جانب بڑھا دیا۔

اُس نے گردن ترچھی کر کے دائیں شانے پر جھکے لُوکا کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جواباً اس نے مصنوعی سنجیدگی ظاہر کرتے ہوئے کندھے اُچکا دیئے۔

وہ فوراً سمجھ گیا تھا کہ دوسری جانب فون پر کون ہے۔ اس نے بنا کچھ کہے خاموشی سے فون کانوں سے لگا لیا۔

"میں۔۔۔۔"

اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ آگے سے آلف مشتعل سی اس پر برس پڑی۔

"میں نے تم سے کہا تھا مسٹر ڈان کہ جو کرنا ہے کرو لیکن میرے وقت میں خیانت نہیں ہونی چاہئے۔۔۔ بولو کہا تھا کہ نہیں کہا تھا؟۔۔۔ کہا تھا نہ؟"

وہ سوال پر سوال، جواب بھی خود ہی دے رہی تھی۔ حاج فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ہونٹوں پر قفل لگ گئے، ماتھے پر بل پڑے۔

"وہ۔۔۔ میں"

وہ گولگو کی کیفیت میں مصنوعی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ارد گرد کھڑے گارڈز کو دیکھنے لگا۔ سب کی نظریں اُس کے چہرے پر ہی جمی تھیں۔

اس نے خجالت سے نظریں نیچے کر لیں۔ لیکن مقابل اس کی کیفیت سے انجان شکایات کا پلندا کھولے بیٹھا تھا۔

"اب بکروں کی طرح میں میں مت کرو فوراً پہنچو فوراً۔۔۔ کیا فائدہ اتنے بڑے ڈان ہونے کا جب بندہ اپنی بات پر ہی قائم نہیں رہ سکتا۔"

اُس نے نروٹھے پن سے کہا تو حجاج کے کندھے ڈھلکے، ہونٹوں کو آپس میں ملاتے ہوئے اس نے ماتھے کو چھوا۔ وہ مسکرانا چاہتا تھا لیکن موقع محل نے اجازت نہیں دی۔

"ابھی آتا ہوں"

غلام کی طرح سر تسلیم خم کرتے ہوئے وہ میٹنگ ادھوری چھوڑتے ہوئے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ باقی سب بھی اس کی تقلید میں کھڑے ہو گئے تھے۔

چھ فٹ چار انچ کا مرد جو اپنی فنگر ٹپس پر پورے رشیا کو آپریٹ کر رہا تھا۔ اب اپنی فزیوتھراپسٹ کے بلاوے پر حاضری دینے جا رہا تھا۔

حجاج گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے رُکا۔۔

"تم اچھے سے جانتے ہو میں ضروری میٹنگز کے دوران کسی بھی قسم کا خلل قطعاً برداشت نہیں کرتا پھر آج تم نے اتنا بڑا رسک کیسے لے لیا؟" دروازے کا ہینڈل تھامے لوکا نے گھبرا کر حجاج کی جانب دیکھا تھا۔

"وہ آلف میم نے" وہ جھجکا

"کوٹ ہر ورڈز ایگزیکٹو۔" حجاج ہنوز اُسے استفسار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا

("اگر حجاج کو پتا چلا کہ میں نے کال کی تھی اور اس کے باوجود تم نے اس سے میری بات نہیں کروائی تو وہ تمہیں شوٹ کر دے گا")

"سوری سر۔" اس نے احتیاطاً اضافہ کیا۔

"آلف بالکل درست کہہ رہی تھی۔"

اس نے دھیمی آواز میں کہا اور سیاہ چشمہ آنکھوں پر چڑھاتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر اچانک بہار آگئی تھی۔

اگلے پچیس منٹ بعد حجاج یوسف زندانی اپنے گھر کے بیک یارڈ میں لگی آلف داؤد ابراہیم کی عدالت میں مجرم کی طرح پیش ہوا تھا۔

دونوں ہاتھ مودبانہ انداز میں باندھے وہ آلف کے سامنے کھڑا تھا۔ جو سنگل صوفہ سیٹ پر ٹانگ پر ٹانگ ٹکائے، دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے غصے سے دوسری جانب دیکھ رہی تھی۔

"فرمائیے محترمہ آپ کا گنہگار آپ کے سامنے ہے، کیا سزا ہے میری خطا کی؟"

سردیوں کے دن تھے۔ ہوا میں ہلکی خنکی موجود تھی لیکن ہلکی دھوپ کی وجہ سے ناگواری کا احساس نہیں دے رہی تھی۔

آلف نے گردن موڑ کر سورج کی شعاعوں میں نظر آتے اُس کے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔

حاج نے سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ پر سیاہ رنگ کا لمبا سا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ گلے میں اسکارف اور ہاتھوں میں گلوں پہنے ہوئے تھے۔ اس کی شہد رنگ آنکھیں دھوپ میں مزید دلکش لگ رہی تھیں۔

"کان پکڑو اور سٹ۔ اپس لگاؤ دس دفع۔"

چند منٹ گزر جانے کے بعد آلف نے اُسے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے کہا۔

ٹیبیل پر فروٹس رکھتے ہوئے بٹلر کا ہاتھ لمحے دو لمحے کے لئے ساکن ہوا۔ پیچھے کھڑے حاج کے گارڈز اور لوکا کی آنکھیں بھی حیرت سے باہر آ گئیں۔

یکدم سب کو سانپ سونگھ گیا۔

(اس لڑکی کی ہمت کو اکیس توپوں کی سلامی بھی کم پڑے گی)

لُوکا نے محض سوچا بولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"جی۔۔۔۔۔ یہ آپ کی کمٹمنٹ توڑنے کی سزا ہے۔" وہ ایک بار پھر نظریں پھیر گئی۔

"میں تنہائی چاہتا ہوں۔" حجاج نے تحکم سے کہا تو سب وہاں سے جانے لگے۔

"لیکن میں نہیں چاہتی۔" آگلے ہی پل سب رُک گئے۔

حجاج نے گہری سانس لی، وہاں موجود سبھی لوگوں نے اپنا رخ پھیر لیا۔ آلف نے چونک کر اطراف میں کھڑے گارڈز اور ملازمین کو دیکھا تھا اور پھر آلف نے حجاج کو اپنے ہاتھ کانوں تک لے جاتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ سب کی پشت اُن دونوں کی طرف تھی لیکن مینشن کے گرد و نواح میں موجود ملازمین اور وہاں موجود گارڈز نے حیرت سے آنکھیں موند لی تھیں۔ اچانک ہی ماحول میں سنجیدگی کا عنصر شامل ہو گیا۔

آلف داؤد ابراہیم وہ واحد عورت تھی۔ جس نے اس شیطان کو انسان بنا دیا تھا۔

آلف کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے وہ حجاج کو اس طرح سٹ۔ اپس لگاتا دیکھ کر محفوظ

ہوئی۔ آخری سٹ۔ اپ لگا کر حجاج سیدھا ہوا۔

گلووز اُتار کر ٹیبل پر اُچھالتا وہ اب گلے سے اسکارف کھینچنے لگا۔

ہوا اچانک تیز ہوئی جس سے درخت کی گھنی شاخیں ہلنے لگیں۔ دھوپ ہلکی ہوئی تو خنکی کا احساس بڑھ گیا۔ حجاج آہستگی سے آلف کے قدموں میں پنچوں کے بل بیٹھا تو وہ سیدھی ہو گئی۔

"صرف تمہیں اجازت ہے مجھے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پھینکنے کی، مجھے تمہارے آگے سر جھکانا پسند ہے"

آج سے پہلے وہاں موجود کسی بھی شخص نے حجاج یوسف زندانی کو کسی عورت کے قدموں میں اس طرح سے بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ یہ پہلی بار تھا۔

آلف کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ کوئی رد عمل دینا تو دور وہ پلکیں بھی نہ جھپکا سکی۔

"اور تمہاری یہ آنکھیں۔"

رُک کر اس کی سنہری آنکھوں کو اُلفت سے دیکھا۔

"حجاج یوسف زندانی ان آنکھوں کا مُرید ہو گیا ہے"

وہ تھوڑا سا آگے جھکتے ہوئے آہستگی سے بولا اور آلف کا اُوپر کا سانس اُوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئی؟"

آلف کی خاموشی نے اُسے بے چین کیا۔

آلف کے تو لبوں پر قفل لگ گئے تھے وہ گوگو اُسے دیکھتی رہ گئی۔

"پلیز بولتی رہا کرو تمہاری آواز میری سماعتوں کو تسکین دیتی ہے۔"

رسان سے کہتے ہوئے اس نے اپنا سر آلف کے گھٹنوں پر ٹکا دیا۔

ہوا ایک بار پھر تیز ہو گئی تھی لیکن اب ہوا میں گھلی خنکی ناگواری کا احساس نہیں دے رہی تھی۔

محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کی روح کو دھو کر اس طرح سے پاک کر دیتا ہے کہ رائی برابر نفرت کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔

"رات میں تیار ہو جانا۔" وہ سر اٹھاتے ہوئے بولا

"کیوں؟ ہم کہیں جارہے ہیں؟"

اس کے سوال پر حجاج اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"کدھر جارہے ہیں اور کیوں؟ پہلے بتا دیتے مجھے تیار ہونے میں وقت لگتا ہے۔" وہ بھی بے

نیازی سے کہتے ہوئے کرسی سے اٹھ گئی۔

"آلف۔" گہری سانس پھیپھڑوں میں اتارتے ہوئے حجاج نے سنجیدگی سے اُس کے چہرے کو دیکھا تو اس کی زبان پر بریک لگا۔

"کیا؟"

"تم خاموش ہی اچھی لگتی ہو"

آلف جو پوری توجہ سے اس کو سن رہی تھی یکدم بپھری۔

"واٹ؟ لیکن ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ میری آواز تمہاری سماعتوں کو تسکین دیتی ہے۔" اس کے چہرے کے زاویے بگڑے

"میں جھوٹ بول رہا تھا۔" دونوں ہاتھ جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے مصنوعی سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔

"ت۔۔۔ تم تم حجاج تم کبھی نہیں سُدھر سکتے آئی ہیٹ یو۔" لمحوں میں آلف کے تاثرات سو سے صفر ہوئے تھے۔

"تم ایک نمبر کے جھوٹے، مکار اور منکر انسان ہو۔ خود چلے جانا جہاں بھی جا رہے ہو میں نہیں جانے والی۔۔۔۔۔ او نہوں"

"اففف تمہاری زبان ہے یا دو دھاری تلوار۔" حجاج مسکراہٹ ضبط کرتا اُسے مزید سُلا گیا تھا۔
اُس کی ڈھٹائی آلف کے سر پر لگی تلوؤں پر بجھی تھی۔

"جنگلی انسان، جہنمی انسان۔"

سب کے سامنے حجاج کو سُنہرے القابات سے نوازتے ہوئے وہ غصے سے پاؤں پٹختی اندر چلی گئی تھی۔ اور وہ اُس کی لال بھوکا ہوتی صورت سے محظوظ ہوتا گردن پیچھے پھینک کر معنی خیزی سے مسکرا رہا تھا۔

لُوکا نے چھپکے سے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا، حجاج کو ہنستا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں افسوس اُبھرا۔

"بیچارے میرے باس جب سے ان کی زندگی میں یہ چھٹانک بھر کی لڑکی آئی ہے ان کا تو سارا روعب اور دبا ہی ختم ہو گیا ہے۔۔۔ اب کیا بنے گا اس رشین ڈان کا۔۔۔ ٹچ ٹچ"
سر کو بزرگوں کے انداز میں نفی میں ہلاتے ہوئے اس نے تبصرہ کیا اور پھر گردن دوبارہ موڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

☆...☆...☆

"میں نے کہاں تھا نہ ڈیوڈ ہر انسان کے اندر کوئی ناکوئی خلاء موجود ہوتی ہے۔ حجاج یوسف زندانی کی وہ خلاء یہ ہے۔" عیسیٰ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر آلف کی تصویر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کمیونگی سے مسکرایا تھا۔ اس کی بات پر ڈیوڈ بھی مسکرانے لگا۔

فضا میں سازش کی بو پھیل چکی تھی کیونکہ دشمنوں نے جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے ڈیوڈ پہلے میں اُس کی جان لینا چاہتا تھا۔ اُسی طرح جس طرح سے اس نے عثمان کی جان لی تھی۔ لیکن اب میرا مقصد صرف اُسے جان سے مارنا نہیں ہے۔"

وہ کوٹ کے بٹن کو مقفل کرتے ہوئے اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا تو ڈیوڈ بھی فوراً اس کی تقلید میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"اب میں چاہتا ہوں کہ وہ زندہ رہ کر وہ ساری اذیتیں خود محسوس کرے جو میں نے محسوس کی ہیں۔ جو لوگ دل میں قیام کرتے ہیں اُن کی دوری برداشت کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے یہ حجاج یوسف زندانی کو اب پتا چلے گا۔"

اس کمرے کے پُر سکون گوشے میں ایک چھوٹا سا بار تھا۔ عیسیٰ چھوٹے ڈگ بھرتا کاؤنٹر تک گیا۔ وہاں وائیٹ وائن کی بوتل رکھی تھی۔ اس نے وائن کی بوتل کا ڈھکن کھولا اور سیدھا بوتل کو لبوں سے لگا لیا۔

"مجھے اُس دن کا انتظار ہے۔ جب وہ آلف کی جدائی میں بلک بلک کر روئے گا، اذیت اور گھٹن اُس کا سینا چاک کر دیگی۔ یہ جدائی ایسی ہوگی ڈیوڈ کے موت کے بعد بھی وہ دونوں کبھی ایک نہیں ہو پائے گے۔"

آج سیاہ آسمان پر کسی نے سرخ خون میں ڈوبے قلم سے ان دونوں میں سے ایک کہ نصیب میں موت لکھ دی تھی۔ اور موت بھی ایسی کہ سانس لینا جہاں فرض کر دیا گیا تھا۔ اُن دونوں میں سے کسی ایک کو جینا اور دوسرے کو جیتے جی مر جانا تھا۔ یہ موت مرجانے سے بھی زیادہ دردناک تھی۔

☆...☆...☆

یہ ایک مخروطی چھت والا چھوٹا سا لکڑی کا پرکشش کاٹیج تھا۔ جس کے چاروں جانب سے لکڑی کی باڑ سے حد بندی کی ہوئی تھی۔ یہ کاٹیج ماسکو سے 120 کلو میٹر کی دوری پر شہر کے شور شرابے سے دور کاشیرا ٹاؤن میں واقع تھا۔

اس کاٹیج میں دو کمرے، لاؤنچ اور ایک کچن تھا۔ جس میں موجود دروازہ پیچھے یارڈ میں کھلتا تھا۔ جہاں رنگ برنگے پھول لگے ہوئے تھے۔ کاٹیج کے بیک یارڈ سے کاشیرا ہسٹری میوزیم کا شاندار نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ جو کلاسیکی اور جدید تعمیراتی عناصر کا خوبصورت امتزاج تھا۔

"چلو منہ کھولو۔"

اندر کمرے میں آو تو فیبا نامی ادھیڑ عمر نرس پنہوں کے بل بیٹھی پچھلے آدھے گھنٹے سے ریٹا کے ترلے کر رہی تھی۔ مگر وہ ہمیشہ کی طرح بضد تھی کہ وہ دوائی کھائے گی تو صرف لُوکا کے ہاتھ سے ورنہ نہیں کھائے گی۔ فیبا نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ آج کافی دنوں بعد بہت اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اور اس دھوپ میں کاشیرا ہسٹری میوزیم کا سنہری گنبد مزید سنہرا دکھائی دے رہا تھا۔

کبھی کبھی تو نرس کسی ناکسی طرح اُسے بہلا بھسلا کر دوائی کھلا دیتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی اُس کی ضد کے آگے اُسے جھکنا ہی پڑتا تھا۔ لاکھ کوششوں کے باوجود بھی وہ اُسے دوائی کھلانے میں ناکام رہی تھی۔ اور بادل ناخواستہ نرس کو اس کی بات ماننی پڑی اور لُوکا کو کال کر کے بلانا پڑا۔

لُوکا جب وہاں پہنچا تب تک ریٹا رو دھو کر سو چکی تھی۔ نرس نے اُسے جگانا چاہا مگر لُوکا نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور باہر لاؤنچ میں رکھے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"پانی؟" فیبا کے پوچھنے پر اُس نے سر اثبات میں ہلا دیا تو وہ لاؤنچ سے منسلک اوپن کچن کی جانب بڑھ گئی۔ یہاں سے ادھیڑ عمر نرس اور لُوکا ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

"ریٹا تم سے بہت مانوس لگتی ہے۔"

فیبا کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے لُوکا ایک لمحے کے لئے رُکا تھا۔

"حالانکہ تم دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں مگر ایسا لگتا ہے برسوں کی شناسائی ہے۔" وہ مسکرا کر بولی مگر لوکا مسکرا نہیں سکا۔

"حاج سر کا حکم ہے اس لئے مجبوراً آنا پڑتا ہے ورنہ میں تو لڑکیوں سے دور بھاگتا ہوں پلیز فیبا کوشش کیا کرو کہ تم خود ہی اس پاگل لڑکی کو ہینڈل کر لو۔۔۔۔۔ مجھ سے روز اتنی دور ڈرائیو کر کے یہاں نہیں آیا جاتا، میرے اور بھی بہت سے کام ہیں اُسے دوائی اور کھانا کھلانے کو علاوہ۔" اس نے بیزاری سے منہ بناتے ہوئے گلاس لبوں سے لگایا۔

"اوپر والا کسی کی مدد کرنے کا موقع فراہم کر رہا ہے تو ناشکری مت کرو۔" فیبا نے اُسے گھورا "دیکھو بات بالکل صاف ہے تمہیں اس کی خدمت کرنے کی بھاری فیس ملتی ہے۔ اس لئے مجھے خدمت خلق کا گیان دے رہی ہو، ورنہ مفت میں تم اس پاگل لڑکی کو منہ تک نا لگاؤ۔" اس نے ہنکارا بھرا۔

"اب ایسی بات بھی نہیں لڑکے، پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا"

لوکا کے منہ سے پانی کا فوارہ چھوٹا، اس نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔ اس کے مضحکہ خیز رد عمل پر غصے سے فیبا کے کان سرخ ہو گئے تھے مگر ضبط کر گئیں۔

چھ ماہ کوما میں رہنے کے بعد ریٹا مکمل طور پر خاموش ہو گئی تھی لیکن جس لمحے اس نے حاج کو دیکھا تھا۔ اس کے زخم یکدم ہرے ہو گئے تھے۔ دماغ کی نسوں پر زور پڑتے ہی وہ دیوانہ وار

چلانے لگی تھی۔ اس وقت اس کمرے میں ڈاکٹرز اور حجاج کے ساتھ لُوکا بھی موجود تھا۔ اُسے کچھ ماہ ہی ہوئے تھے تب حجاج کے گینگ میں شامل ہوئے۔ ان سب کے درمیان لُوکا وہ واحد چہرہ تھا، جس پر نظر پڑتے ہی ریٹا خاموش ہو گئی تھی۔

بکھرے بال اور لٹے ہوئے حلیے میں نقاحت سے دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ریٹا لُوکا کے جانب بڑھی پہلے تو کچھ لمحے وہ اس شخص کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہی اور پھر ایک دم دھاڑے مار مار کر رونے لگی۔ اس کا یہ رد عمل حجاج اور خود لُوکا کے لئے بھی بے حد حیران کن تھا۔

پاگلوں کی طرح روتے روتے اچانک وہ اُس کے بازوؤں میں جاگری اور جب وہ ہوش میں آئی تو صدمے کی وجہ سے وہ اپنا دماغی توازن کھو چکی تھی۔

اس اجنبی شخص میں ناجانے ریٹا کو کونسی چھوی دکھائی دیتی تھی کہ بے خودی کے عالم میں جہاں وہ اپنی شناخت تک بھول چکی تھی وہاں لُوکا اُسے ہر پل یاد رہتا تھا۔

"ریٹا کے ہسبنڈ کا نام کیا تھا اور حجاج سر اس لڑکی کو کیسے جانتے ہیں؟"

اس کے سوال پر لُوکا رک کر اس کا نام یاد کرنے لگا پھر کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"اُمم۔۔۔ ریٹا کے ہسبنڈ کا نام کیون تھا، باس کے کچھ پرانے تعلقات تھے اُس سے۔"

"اور ریٹا کی یہ حالت کیسے ہوئی؟" فیبا نے افسوس بھرے انداز میں استفسار کرتے ہوئے نگاہیں کمرے کے بند دروازے پر ٹکا دیں جہاں ریٹا گہری نیند سو رہی تھی۔

"اس کے گھر میں آگ لگ گئی تھی جس میں اس کا ہسبنڈ کیون جل کر مر گیا تھا۔ اپنے شوہر کی موت کا صدمہ وہ شاید برداشت نہیں کر سکی اس لئے اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی۔" اس نے پانی کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوئے رسان سے جواب دیا۔

فیبا کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"بیچاری اپنی عمر سے بڑے دکھ جھیل لئے ہے اس نے۔" وہ تاسف سے بولیں تو لوکا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ویسے حجاج سر کتنے دریا دل انسان ہیں اس طرح تو لوگ اپنوں کا خیال نہیں رکھتے جس طرح سے وہ اپنے دوست کی بیوی کا رکھ رہے ہیں۔" اس نے خود ہی اخذ کر لیا کہ کیون اور حجاج کے درمیان دوستی کا تعلق تھا۔

"بہت اچھے انسان ہیں وہ اوپر والا انہیں ہمیشہ سلامت رکھیں۔ میرا اور میرے بچوں کا بھی بہت خیال کیا ہے انہوں نے۔" نرس کے ماتھے پر بکھری لکیریں غائب ہو گئی تھیں۔

"ویسے اُس گھر میں آگ لگی کیسے تھی؟" فیبا کے کمزور ذہن میں ایک اور سوال نے سر اٹھایا تھا۔

"گھر میں آگ لگی نہیں تھی فیبا بلکہ لگائی گئی تھی۔" گلاس میں موجود آخری گھونٹ حلق میں اندھیلے ہوئے وہ کوٹ جھاڑ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ فیبا جو اس کی تقلید میں کرسی سے اٹھنے لگی تھیں، گنگ سی دوبارہ بیٹھ گئیں۔

"ک۔۔ کس نے لگائی تھی آگ؟" لوکا نے گردن ترچھی کر کے اُس کی سوال کن آنکھوں میں دیکھا۔

"باس نے"

اس کے لب کپکپائے۔ اُسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا، زرد پڑتی رنگت کے ساتھ وہ حواس باختہ ہوئی۔

اور لوکا لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

"حجاج یوسف زندانی کون ہے؟"

فیبا کے سوال پر اس کے قدم ساکن ہوئے۔ یہ آگاہی کا وہ لمحہ تھا۔ جس نے فیبا کی روح جھنجھوڑ دی تھی۔

"رشیا کا سب سے خطرناک ڈان۔"

وہ ایکشن ہیرو کی طرح تشن میں بنا پلٹے ہی سیدھا دروازے سے باہر نکل گیا۔ اور پیچھے کھڑی فیبا سر سے پاؤں تک ہل گئی۔ اُن کے بوڑھے وجود پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

تین سال پہلے اُسے ریٹا کی دیکھ بھال کے لئے خاص طور پر نیپال سے رشیا لایا گیا تھا۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ وہ نیپال سے رشیا ایک مافیا باس کی سرپرستی میں آرہی ہے۔ پہلی ملاقات میں حجاج اُسے ایک ڈیسنٹ اور شریف انسان لگا تھا۔

فیبا اُس کی رعب دار اور جاذب نظر شخصیت دیکھ کر کافی متاثر ہوئی تھی۔ وہ جتنا گریس فل دکھائی دیتا تھا۔ اس سے کئی زیادہ نرم گفتار اور خوش اخلاق تھا۔ وہ جب بھی یہاں آتا۔ فیبا سے، اُس کے گھر کے ذاتی مسئلوں کے بارے میں لازمی دریافت کرتا اور ان کے ساتھ وقت بھی گزارتا۔ ریٹا کے ساتھ ساتھ وہ فیبا کا بھی بہت خیال رکھتا تھا۔

وہ جب حجاج سے ملتی تھیں تو اپنی اولاد سے دور ہونے کا غم بھول جاتی تھیں۔ مگر وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ جو شخص اس قدر خوش مزاج اور حساس دکھائی دیتا ہے۔ وہ اتنا ہی بے رحم اور بے حس ہو سکتا ہے۔

رشیا آنے سے پہلے فیبا نیپال کے ایک سرکاری ہسپتال میں نرس کی نوکری کرتی تھیں اور اپنے شوہر کے انتقال کے بعد وہ اپنے بچوں اور بوڑھی ساس کی واحد کفیل تھیں اور جب انہیں یہ جاب آفر ہوئی تو اُن کے گھر کے حالات بہت خراب تھے۔

وہ اپنے بچوں اور بوڑھی ماں کو چھوڑ کر یہاں نہیں آنا چاہتی تھیں مگر حالات نے انہیں کوئی دوسرا موقع نہیں دیا۔

یہاں آنے کے بعد شروع شروع میں وہ کافی اداس رہتی تھیں مگر حجاج کی اپنائیت نے انہیں جینے کا حوصلہ دیا تھا۔ دھیرے دھیرے وقت کے ساتھ ان کا یہاں من لگ گیا تھا اور ان کے گھر کے حالات بھی کافی حد تک بہتر ہو گئے تھے۔ وہ یہاں بہت خوش اور مطمئن تھیں۔ لیکن آج انہیں اپنی بے وقوفی پر افسوس ہو رہا تھا۔

دنیا میں اتنی عمر گزارنے کے بعد بھی وہ چہرے پڑھنے میں جاہل ثابت ہوئی تھیں۔ وہ وہاں بحیثیت ایک نرس کام کر رہی تھیں۔ حجاج اور فیبا کے درمیان مالک اور امپلائی کا رشتہ تھا۔ حجاج ان کے بیٹے جیسا تھا مگر بیٹا تو نہیں تھا، لیکن ناجانے کیوں انہیں حجاج کی حقیقت جان کر آج بہت دکھ ہو رہا تھا۔

☆...☆...☆

(حجاج یوسف زندانی کے بہت سے رنگ تھے)

وہ ڈریسنگ روم میں دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑا فارمل سرمئی سوٹ میں ملبوس اپنی ٹائی درست کر رہا تھا۔

(مگر ان سارے رنگوں میں اس کا پسندیدہ رنگ گرے تھا)

بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھے کی جانب جھکاتے ہوئے۔ وہ وارڈروب کی جانب مڑا اور جھک کر دراز میں سے گن نکالی۔

(کیونکہ یہ رنگ اس کی شخصیت کی عکاسی کرتا تھا)

گن کو کوٹ کے اندر موجود ہولسٹر میں اڑتے ہوئے وہ ایک بار پھر آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ اپنے مکمل سراپے کو شیشے میں دیکھ، اس کا سینا مغروریت سے چوڑا ہو گیا۔

(حجاج یوسف زندانی صرف سیاہ یا سفید نہیں تھا۔ کچھ کردار سرمئی ہوتے ہیں۔ انہیں اچھے یا بُرے کی فہرست میں ڈالنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔)

حجاج پارٹی میں جانے کے لئے بالکل تیار دکھائی دیتا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکلا۔ نیچے بوڈی گارڈز کی ایک نفری اُس کی منتظر تھی۔

مگر اس کی نگاہیں آلف کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ وقت کا پتا محبوب کی غیر موجودگی میں چلتا ہے، اُسے اندازہ ہو رہا تھا۔ اس نے گہری سانس پھینچڑوں میں اُتاری۔ عین اُسی وقت لوکا تکان سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا دکھائی دیا تو وہ اس کی جانب پلٹا۔

(حجاج یوسف زندانی کو بھی صرف اچھا یا برا کہنا مشکل تھا، کیونکہ آج تک اُس نے جتنے بھی گناہ کئے تھے۔ اُن تمام گناہوں کے داغوں کو اُس نے اپنی نیکیوں سے دھونے کی کوشش بھی بھرپور کی تھی)

"آج جلدی آگئے تم؟" حجاج جانتا تھا وہ اس وقت کہاں سے آرہا ہے۔

"جی باس میں جب تک وہاں پہنچا ریٹا سوچکی تھی۔" وہ دونوں ہاتھ آگے باندھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں بولا۔

"اس کی حالت میں کوئی بہتری آئی؟" حجاج نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا
لُوکا نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا۔

اس کے جواب پر حجاج کا رنگ بدلا تھا۔ کہیں اندر دل میں ہلکا سا کچھتاوا ہوا تھا۔ وہ اچھا نہیں تھا مگر اتنا برا بھی نہیں تھا۔

(یہ تھا حجاج یوسف زندانی جو اپنے گناہوں کا بوجھ اس طرح سے ہلکا کرتا تھا۔ اس کے کام کا اصول تھا وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ کبھی زیادتی نہیں کرتا تھا۔ مگر وہ اپنے دشمنوں کو چھوڑتا بھی نہیں تھا۔ اُسے لوگوں کی جان لینا پسند نہیں تھا، لوگوں کی جان لینا اس کی ضرورت تھی۔ وہ ضرورت کے تحت لوگوں کی جان لیتا تھا)

اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ اُسے اپنی پشت پر آلف کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور راہداری میں اُس کی ہائی ہیلز کا مدھم سا شور اُبھرا۔ حجاج کی نگاہیں آلف کو پلٹ کر دیکھنے کے لئے بے تاب تھیں۔ اس کی خاموش آنکھوں کا اشارہ سمجھتے ہوئے لُوکا وہاں سے فوراً چلا گیا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ آلف کو اُس سے پہلے کوئی اور دیکھے۔

اس نے گہری سانس حلق میں کھینچی، خاموش راہداری کے ماربلڈ فرش پر وہ آہستگی سے پلٹا اُس کی نگاہیں آلف کو دیکھ کر ٹھہر سی گئیں۔

وہ سرخ رنگ کے گاؤن میں بلا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔ بالوں کو کرل کر کے دونوں جانب سے آگے کی طرف پھیلا یا ہوا تھا۔ کانوں میں ننھے سے ڈائمنڈز چمک رہے تھے۔

حجاج کی شہد رنگ آنکھیں چمکیں اور اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ حجاج نے ضبط سے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ اس نے بے اختیار سانس لینے کی کوشش کی مگر وہ سانس نہیں لے سکا۔

سینے میں اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے حجاج یوسف زندانی نے پہلی بار اپنی حالت پر غور کیا تھا۔ اس طرح سے بے اختیار وہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یا شاید کوئی اُسے آج تک اتنا اچھا لگا ہی نہیں تھا۔

"سانس لو حجاج یوسف زندانی ورنہ لوگ کہیں گے کہ چھ فٹ چار انچ کا ناقابل شکست ڈان اپنی فزیوتھراپسٹ کی ایک جھلک دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا۔"

وہ مضحکہ خیز انداز میں اٹھلا کر بولی۔

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی اس نے تسلیم کیا۔ چند سیکنڈز مزید سرکے، مگر حجاج کچھ نہیں بولا۔ وہ ویسے بھی کم گو تھا مگر یہاں خاموشی کی وجہ اس کا مزاج نہیں وہ لڑکی تھی۔ جو ہر گزرتے دن کے ساتھ وبالِ جان بنتی جا رہی تھی۔ حجاج اگر پہاڑ تھا تو وہ اس پہاڑ کی بنیادیں ہلانے کی سکت رکھتی تھی۔

آلف استفسار بھری نظروں سے حجاج کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے پوچھ رہی ہو کہ وہ کیسی لگ رہی ہے۔

"تمہیں سب سے زیادہ کیا پسند ہے آلف؟"

وہ فوراً چونکی۔

یہ سوال موقع کی مناسبت سے غیر متوقع تھا۔ وہ اس کی جانب سے تعریف کی توقع کر رہی تھی۔ مگر وہ بھی حجاج یوسف زندانی تھا۔ سیدھے سیدھے کیسے تعریف کر دیتا۔

"اُممممم۔۔۔ مجھے اسٹابری اسمو تھی پسند ہے اور تمہیں؟" وہ سراپا سوال بن گئی۔

"مجھے تمہارا لڑنا پسند ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکا

"تو پہلے بتا دیتے بلا وجہ اتنا اختتام نہ کرتی میں۔" آلف کے معصوم سے شکوے پر حجاج ہونٹ دباتے ہوئے سر جھکا کر مسکرایا۔

"میرا بس چلے تو میں اپنی پوری دنیا تم پر وار دوں آلف۔"

اُس نے سحر انگیز نگاہوں سے اُسے نہارتے ہوئے دل میں کہا۔

"کچھ کہا تم نے؟" آلف نے چونک کر استفسار کیا

وہ اس کی خاموشیاں سُننے لگی تھی۔ حجاج کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"چلیں؟" اس نے اُلفت بھرے انداز میں اپنا ہاتھ آلف کی جانب بڑھایا تھا۔

یہی اس کی تعریف تھی۔ وہ تعریف لفظوں سے نہیں کرتا تھا۔ اس کی سحر انگیز آنکھیں کافی تھیں۔ وہ سب کچھ ظاہر کرنے کے لئے جو اس کے دل میں پوشیدہ تھا۔

آلف نے ایک نظر حجاج کے چہرے پر ڈالی اس کی آنکھیں منتظر تھیں۔ بڑے ادا سے شانے اچکاتے ہوئے آلف نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا اور اس کے بغل سے نکل کر آگے بڑھ گئی۔

حجاج فریفتگی سے مسکراتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب پلٹا مگر وہ جا چکی تھی۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر زور سے آنکھیں میچیں۔

یہ لڑکی اُسے دن بدن پاگل کر رہی تھی اور وہ پاگل ہو رہا تھا۔

☆...☆...☆

ان کی گاڑی ایک خوبصورت سی سیاہ شیشوں سے ڈھکی عمارت کے سامنے جا کر رُکی تھی۔ فرش سے چھت تک جاتی کھڑکیوں اور شیشے کی بلند قامت دروازوں والی یہ عمارت دراصل حجاج کے دوست کی آرٹ گیلری تھی۔

اطراف میں نظر دوڑانے کے بعد گارڈز نے ان کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ان کے حصار میں ہی حجاج اور آلف گیلری میں داخل ہوئے تھے۔

"تمہارے گارڈز ملک الموت کی طرح ہمیشہ سر پر کیوں سوار رہتے ہیں۔" وہ بگڑ کر بولی تو حجاج نے ہاتھ کے اشارے سے پیچھے چلتے گارڈز کو ہٹنے کا اشارہ دیا۔

"میں بہت تنگ آگئی ہوں ان بلاوجہ کے پروٹوکولز سے۔"

وہ کہتے کہتے پلٹی تھی ماتھے کی سلوٹیں اور ناک پر بیٹھا غصہ بروقت غائب ہوا تھا۔ وہ ناراضگی کے سارے موقعے چھین لیتا تھا۔ بڑا مشکل تھا اُس سے ناراض ہونا۔

"تمہاری حفاظت کے لئے یہ غلام موجود ہے تو پھر گارڈز کی کیا ضرورت۔"

حجاج کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

اتنے میں گلابی اور سفید ٹائی ڈائی سوٹ میں ملبوس ایک شخص حجاج کی طرف آیا اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اُس کے دونوں گالوں پر دور سے باری باری بوسہ دیا۔

"میرے شو میں آنے کا بہت شکریہ۔"

حجاج سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس شخص نے اپنے گلابی اور سفید شیشوں کے پیچھے سے آلف کی طرف دیکھا۔

وہ ایک لمحے کے لئے اوکورڈ ہوئی۔

"یہ آلف داؤد ابراہیم ہیں اور میرے لئے بہت خاص ہیں۔"

حجاج ستائش بھری نظروں سے آلف کی جلت رنگ ہوتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

اس سے بہتر تعارف اس کا کیا ہو سکتا تھا۔ وہ شخص کمال تھا آنکھوں میں دیکھ کر اس کے اندر کا حال سمجھ لیتا تھا۔

"وہ میں دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کیونکہ اتنے سالوں میں پہلی بار حجاج یوسف زندانی محفل میں کسی لڑکی کے ساتھ آئے ہیں۔"

وہ معنی خیز انداز میں جتاتے ہوئے بولا تو آلف نے چور نظر سے حجاج کی جانب دیکھا جو خجالت سے بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ اس کے سرخ ہوتے گال دیکھ کر آلف نے ہونٹ دبا کر اپنی مسکراہٹ پر لگام لگائی۔

"خیر میرا نام بینیتو مسولینی ہے میری محفل میں شرکت کرنے کا ایک بار پھر سے شکریہ اس سے پہلے کہ انتظار کر رہے باقی لوگوں کو اندر جانے کی اجازت دی جائے براہ کرم اپنے ارد گرد ایک نظر ڈالیں، جلد ہی آپ دونوں سے دوبارہ ملاقات ہوگی۔"

بینیٹو وی آئی پی پروٹوکول دیتے ہوئے بولا اور دروازے سے داخل ہونے والے ایک دوسرے جوڑے کی جانب بڑھ گیا۔

حاج اُسے دیوار پر لٹکی پینٹنگز کی طرف لے جاتا ہے۔ جو سفید چمکدار دیوار پر خوبصورتی کی انتہا کر رہی تھیں۔

"مجھے معلوم ہے تمہارے دماغ میں کیا سوال گردش کر رہا ہے۔"

حاج شرارت سے مسکراتے ہوئے آہستگی سے بولا۔ آلف اس کی بات پر اثبات میں سر ہلا کر دیوار پر لگی ایک پینٹنگ کی جانب متوجہ ہو گئی۔

آلف کو مبہوت سے پینٹنگ میں کھویا دیکھ وہ اس کی پشت سے جھانکتے ہوئے سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ کو دیکھتا ہے۔

یہ ایک سرمئی بالوں والے گھوڑے کی تصویر تھی۔

"حسین۔" وہ تعریف کئے بغیر رہ نہ سکا۔

"تمہاری نظر میں دنیا کا سب وفادار جانور کونسا ہے؟" اس نے ہنوز پیٹنگ کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"کُتا؟"

"نہیں۔" وہ ایڑیوں کے بل گھومی

"پھر؟"

"گھوڑا۔" وہ مسکرائی

"میری نظر میں گھوڑا دنیا کا سب سے وفادار جانور ہے، کیونکہ اُسے پتا ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں جان جانے کا خطرہ ہے مگر اپنے مالک کی محبت میں گھوڑا جنگ کے میدان میں بھی اُتر جاتا ہے۔"

حاج اس کے مشاہدے پر لاجواب ہوا تھا۔

"بیوٹی ود برین۔" اس نے اتنی آہستگی سے کہا کہ آلف نے تقریباً سنا ہی نہیں۔

"بینیتو ایک بہترین آرٹسٹ ہے"

وہ اطراف میں دوسری پیٹنگ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ تمہارے سرکل میں ایسے بہترین آرٹسٹ بھی موجود ہیں۔"

اُسے لگتا تھا کہ حجاج صرف تاریک اور سنجیدہ لوگوں کی طرف ہی راغب ہوتا ہے، لیکن اُسے زندگی سے بھرپور اور روشن خیال انسان کے ساتھ دیکھ کر آلف کو اچھا لگا۔

"وہ میرے پسندیدہ ریستوراں میں ویٹر ہوا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ اداس اور اپنے کام میں غلطاں رہتا تھا، میں نے اُسے شاذ و نادر ہی مسکراتے ہوئے دیکھا ہوگا کبھی،

میں اسے پھیکا یونیفارم پہنے اور میزوں پر انتظار کرتے نہیں دیکھ سکتا تھا" وہ بولتے بولتے دوسری پینٹنگ کی جانب مڑا آلف نے بھی اس کی تقلید کی۔

"چنانچہ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ وہ ویٹر ہونے کے علاوہ اپنی زندگی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ تب اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک مصور ہے۔ پھر میں نے اُسے اپنی پینٹنگز دکھانے کے لئے کہا اور واقعی وہ ایک باکمال مصور تھا۔"

آلف نے اپنے کندھے سے جھانک کر بینیتو کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ لوگوں کا استقبال کرتے ہوئے گھوم رہا تھا۔ وہ واقعی میں خوش تھا۔

"You helped him, didn't you?"

اس نے واپس دھیان اپنے پاس کھڑے شخص کی طرف پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی بڑی بات نہیں، میں نہیں کرتا تو شاید کوئی دوسرا کر دیتا۔" شان بے نیازی سے کہتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

"تم بتاؤ آلف تمہارے کیا خواب ہیں؟" وہ دونوں ہاتھ جیب میں مقید کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تمہارے کیا خواب ہیں حجاج؟" وہ مبہوت زدہ نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"میرے اب کوئی خواب نہیں آلف۔" وہ محبت پاش نظروں سے دیکھتا وارفتگی سے بولا۔

"کیونکہ میرے سارے خواب تمہاری صورت میں کامل ہو گئے ہیں "

"میں کان کی کچی نہیں ہوں تم باتوں سے میرا دل نہیں جیت سکتے مسٹر۔ حجاج۔ یوسف۔

زندانی۔"

اپنے اڈتے جذبوں پر بند باندھتے ہوئے آلف نے بے نیازی کندھے آچکا دیئے۔

اُس کے اس رد عمل پر حجاج نے ایک بار پھر سر جھکاتے ہوئے اپنی ہار کو تسلیم کیا تھا۔

اس کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو واقعی اب تک اس پر مر مٹی ہوتی لیکن آسانی سے مر مٹ جانی والی عورت سے حجاج ایسی باتیں کرتا ہی کیوں۔ وہ قائل ہوا تھا کہ اُسے اگر کوئی ہرا سکتا تھا تو وہ آلف داؤد ابراہیم تھی۔

"لیکن تمہارے اس عمل سے میں واقعی متاثر ہوئی ہوں۔"

آلف ایک بار پھر موضوع پر لوٹی جسے حجاج بڑی مہارت سے بدل چکا تھا۔

"پلیز...."

کہیں نہ کہیں وہ یہ سمجھ گئی تھی کہ حجاج کو یہ بتانا پسند نہیں ہے کہ وہ ایک اچھا آدمی ہے، جس کا دل جس پر اُس نے سختی اور سیاہی کا خول چڑھا رکھا ہے درحقیقت سونے کا ہے۔ وہ مزید کچھ کہتی کہ مینیٹو نے اچانک مائیکروفون میں اعلان کیا کہ شو شروع ہونے والا ہے۔ اعلان ہونے کی دیر تھی کہ باہر انتظار میں موجود لوگ سامنے کے دروازوں سے آرٹ گیلری میں آنے لگے۔

"میں چاہتا ہوں تم ان میں سے ایک پینٹنگ پسند کرو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔
 "یہ والی۔" اس نے انگلی سے سنہرے رنگ کے گھوڑے والی پینٹنگ کی جانب اشارہ کیا تھا۔
 حجاج اپنے اندازے کی درستگی پر مسکرایا۔
 "وفادار اور خوبصورت بالکل تمہاری طرح۔"
 اس نے آلف کے پیچھے دیوار پر لگی پینٹنگ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے دوبارہ اس کی جانب دیکھا تو وہ مسکرائی۔

"تم رُکو میں اس پینٹنگ کی ادائیگی کے انتظامات دیکھ کر آتا ہوں۔" وہ کہہ کر اُسے پینٹنگ کے ساتھ تنہا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔
 وہ پینٹنگ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک قدم مزید قریب آئی۔

"یہ واقعی خوبصورت ہے۔۔۔ ہے نا؟"

کسی نے پیچھے سے اس کے کان کے نزدیک گہری آواز میں استفسار کیا تو وہ چونک کر پلٹی۔

وہ تقریباً کوئی تیس سے پینتیس سال کا سفید فارمل سوٹ بوٹ میں ملبوس شخص تھا۔ بال نفاست سے تراشے ہوئے تھے۔ آلف کا دھیان اس کی آنکھوں پر گیا۔ اُس کی ایک آنکھ پتھر کی تھی۔

وہ بے اختیار دو قدم پیچھے کھسکی تھی۔

"خوبصورت اور حساس عورتیں ہمیشہ میری توجہ حاصل کرتی ہیں۔"

اس کی گھبراہٹ دیکھ کر وہ شخص کمینگی سے مسکرایا۔ آلف اس کے بغل سے نکلنے لگی تب اس شخص نے اُس کی کلائی پکڑی۔۔

"مجھے تم پسند آئی۔" کمینگی سے کہتے ہوئے اس نے آلف کے چہرے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔

اس کی گرفت میں مزاحمت کرتے ہوئے آلف نے اُسے پیچھے کی جانب دھکیلا۔

اس افتاد پر ارد گرد کے لوگوں نے پلٹ کر اُن دونوں کی جانب دیکھا۔ آلف کے دھکا دینے پر اُس شخص کا توازن بگڑا مگر اگلے ہی پل خود کو سنبھالتے ہوئے۔ اس نے آلف کی جانب دیکھا۔

"خوبصورت اور حساس ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل بھی ہو۔" وہ ایک بار پھر مکروہ ہنسی ہنسا۔
 "خبردار اگر دوبارہ مجھے ہاتھ لگایا ورنہ۔" اس نے انگشت شہادت اس کی جانب تانتے ہوئے دھمکی دی۔

"ورنہ کیا؟"

"ورنہ یہ"

وہ مزید کچھ کہتا کہ اس سے پہلے ہی حجاج نے ایک زبردست مُکا اس کے جبرے پر رسید کیا۔
 اس کے ہونٹوں پر خون کے قطرے نمودار ہوئے۔ درد سے بلبلا تے ہوئے وہ پیچھے ہوا۔
 سیکنڈز کے ہزارویں حصے میں لُوکا اور باقی گارڈ اندر آئے تھے۔ پرسکون سے ماحول میں اچانک ہی افراتفری مچ گئی تھی۔

آلف نے گن لوڈ ہونے کی آواز سُنی اور پلٹ کر حجاج کی جانب دیکھا۔ حجاج نے اُسے گریبان سے دبوچا ہوا تھا اور گن اُس کے سینے پر رکھتے ہوئے ٹرگر پر انگلی رکھی۔

"نہیں تم ایسا کچھ نہیں کرو گے"

آلف نے ملتجیانہ انداز میں اُسے روکا۔ ٹرگر سے انگلی ہٹاتے ہوئے وہ آہستگی سے پلٹا تو دیکھا آلف کی آنکھوں میں خوف اور نمی تھی۔ اس نے فوراً اُس کا گریبان چھوڑ دیا۔

"جو حکم"

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا مگر آہستگی سے مسکراتے ہوئے۔ اس نے آلف کے عقب میں کھڑے لوکا کو معنی خیز انداز میں دیکھا۔

اس نے حجاج کا اشارہ سمجھ کر سر اثبات میں ہلایا اور کوٹ کے اندر سے گن نکالی۔ ایسا کرتے ہوئے اُسے آلف نے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی توجہ کا مرکز اس وقت حجاج تھا۔ بنا کچھ کہے حجاج نے آلف کا ہاتھ تھاما اور فوراً آرٹ گیلری سے باہر نکل گیا۔

وہ دونوں ایک ساتھ عمارت سے باہر آئے تھے۔ حجاج کا وجود جہنم کی طرح دہکا ہوا تھا۔ اس نے ضبط سے ہاتھ بالوں میں پھیرتے ہوئے انہیں بکھیر دیا اور گاڑی کے ٹائر پر زور سے لات ماری۔

عمارت کے بالکل برابر میں پتلی سی اندھیر گلی تھی۔ اس نے آلف کا ہاتھ سختی سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے اُسے گلی میں لے گیا۔ اور آلف مزاحمت بھی نہ کر سکی اس کے زور کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔

آلف کو دیوار کی جانب دھکیلتے ہوئے حجاج نے دونوں ہاتھ دیوار پر جما دیئے۔ آلف دم سادھے اُسے پھتی پھتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ان کے درمیان میں محض چار انچ کا فاصلہ تھا۔

حجاج تیز تیز سانس لے رہا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ گلی میں گھپ اندھیرا تھا لیکن سڑک پر جلتی اسٹریٹ لائٹس کی ہلکی روشنی میں ان دونوں کے چہرے کافی حد تک واضح تھے۔

"تمہیں اس طرح سے چھونے کا حق تو میں نے خود کو بھی نہیں دیا، میں اُسے جان سے مار دوں گا۔"

وہ غصے و بے بسی سے سر جھکا گیا۔

آلف اس کے ہاتھوں کے پنجرے میں قید تھی۔ مزید دیوار سے چپک کر پیچھے ہوئی حالانکہ جگہ نہیں تھی۔ حجاج کے ذہن میں کچھ کلک ہوا اُس نے چونک کر فوراً سر اٹھایا، آلف کے چہرے پر نمایاں غیر آرام دہ سے تاثرات نے اُسے جھنجھوڑا تھا۔ وہ فوراً دو قدم پیچھے ہوا۔

"شٹ۔" وہ شرمندگی سے بڑبڑایا

آلف کی سانس میں سانس آئی۔ حجاج کی آنکھوں میں معذرت تھی وہ شرمندہ ہو رہا تھا۔

"وعدہ کرو تم اُسے جان سے نہیں مارو گے۔"

اس نے لمحے کی اوکوردنس کو کم کرنے کی کوشش میں بات کا رخ موڑ دیا۔

"تم واقعی چاہتی ہو کہ میں اس دو ٹکے کہ غنڈے کی جان بخش دوں جس نے تمہیں۔۔۔۔"

حجاج نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا وہ ایک بار پھر غصے سے بے قابو ہو رہا تھا۔

"اچھا کیا فرق ہے تم میں اور اُس میں؟" آلف نے بازوؤں سینے پر لپیٹے۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ٹماڑ ہو گیا تھا۔

"میں وِمن ٹرافلنگ جیسے گھٹیا کام نہیں کرتا۔"

"ہاں لیکن، مار پیٹ، ڈرگز سپلائی اور اسلحہ وغیرہ کی اسمگلنگ کرتے ہو"

"اور قتل بھی۔" حجاج ڈھٹائی سے لفظ کا اضافہ کرتا اُسے مزید سلگا گیا تھا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا وعدہ کرو تم اُس کی جان نہیں لو گے۔" وہ بضد تھی۔

"ٹھیک ہے میں اس کی جان نہیں لوں گا مگر اس کی ہڈی پسلی بھی سلامت نہیں چھوڑوں گا"

آلف اس کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

"کیا تم یہ سب چھوڑ نہیں سکتے؟" اس کے لہجے میں افسوس تھا۔

"میں نے یہ سب چھوڑ بھی دیا تو بھی یہ جرم کی دنیا مجھے نہیں چھوڑے گی۔ جو شخص ایک بار

ان اندھیروں کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر زندگی بھر روشنی سے بچ کر چلتا ہے۔ میں تمہارے

لئے بدل سکتا ہوں لیکن زمانے کے لئے نہیں بدل سکتا۔" اس کے بے لچک لہجے میں جھوٹی امید کی ذرا بھی گنجائش نہیں تھی۔

"تم کوشش تو کر سکتے ہو حجاج"

"میں کوشش کر رہا ہوں، تمہاری وجہ سے میں نے اپنے مینیجر چارلی کی جان بخش دی حالانکہ اس کی غلطی معافی کے لائق نہیں تھی اور اب یہ لیو۔۔۔ تم میرا دھندا بند کرواؤں گی آلف۔"

وہ دونوں اب چلتے چلتے گلی کے سرے پر آگئے تھے۔ سامنے سڑک پر ہلکی پھلکی ٹرافک روا دوا تھی۔ تھوڑی دور آرٹ گیلری کے دروازے کے باہر کھڑے گارڈز اُن کے منتظر تھے۔

"واقعی تم نے اپنے مینیجر کو جانے دیا؟"

اس نے پرجوشی سے استفسار کیا۔

"نہیں بس جان بخشی لیکن جانے نہیں دیا۔"

وہ سامنے دیکھتے ہوئے سرسری انداز میں بولا۔ آلف کی پرجوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔

"تم بہت عجیب ہو"

"میں بہت ہینڈ سم بھی ہوں اتنا کافی نہیں؟" وہ الف کے چڑے ہوئے تاثرات سے محظوظ ہو کر بولا۔

وہ دونوں اب سڑک کنارے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"اُف تم نے میرے سر میں درد کر دیا ہے۔" وہ اپنا سر پکڑتے ہوئے بولی

"یہ جو تم مجھے اتنے نخرے دکھاتی ہو کسی دن اگر۔۔۔۔" کہتے کہتے وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں کہہ دو کسی دن تم مجھے بھی مار دو گے۔" وہ تامل سے آنکھیں چھوٹی کر کے بولی۔

"میں اپنی جان اپنے ہی ہاتھوں سے کیسے لے سکتا ہوں؟ یہ حق میں نے صرف تمہیں دیا ہے"

ماسکو کے آسمان پر اچانک ہی کسی نے تاروں سے بھری تھال اُلٹ دی تھی۔ جن تاروں کا عکس حجاج کی شہد رنگ آنکھوں میں بکھر گیا تھا۔ جس کی جھلملاہٹ میں آلف کے چہرے کا رنگ بدل کر سرخ ہو گیا تھا۔

حجاج اُسے اس طرح سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی اپنی قیمتی متاع کو دیکھتا ہے کہ اچانک ایک بُلٹ ان دونوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے گلی میں لگے کھمبے سے ٹکرائی تھی۔ اندھیرے میں چنگاری سی چمکی اور پھر تاریکی چھا گئی۔ اس نے فوراً آلف کو اپنی اوٹ میں کیا۔

"کیا ہوا؟"

آلف کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہوا۔ گولی تو چلی تھی مگر آواز نہیں آئی تھی۔ حجاج نے ارد گرد طائرانہ نظروں سے دیکھا ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

"گاڑی میں چل کر بیٹھو"

اپنے حصار میں اُس نے آلف کو گاڑی میں بٹھایا اور پلٹ کر دوبارہ اس گلی میں آیا۔ موبائل کی ٹاریچ جلا کر وہ زمین پر پنچوں کے بل بیٹھا اور طائرانہ نگاہوں سے کچھ ڈھونڈنے لگا۔ چند سیکنڈز ٹٹولنے کے بعد اُسے وہاں کھمبے کے پاس زمین پر بلٹ شیل پڑا ہوا دکھا تھا۔ غصے سے اُس کے ہونٹ بھیچ گئے۔ اس کا اندازہ صحیح نکلا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ایسا کس نے کیا ہوگا۔ پورے رشیا میں ایک واحد شخص تھا جو اُس کی جان کا دشمن تھا۔

☆...☆...☆

اس اندھیر گلی سے نکل کر دوبارہ اس آرٹ گیلری کے اندر آؤ تو چاروں جانب سی سی ٹی وی کیمرے لگے ہوئے تھے اور ٹھیک اس گیلری کے نیچے بیسمنٹ میں ایک کنٹرول روم تھا۔ جہاں اس وقت تین لوگ موجود تھے۔ ان میں سے ایک شخص ریوالونگ چیئر پر ٹانگ پر ٹانگ ٹکائے بیٹھا تھا۔ جو یقیناً باقی دو لوگوں کا سرپرست تھا، جو اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ تینوں کی

نظریں مانیٹر پر پچھلے پچیس منٹ سے مسلسل جمی تھیں۔ جس پر وہ لوگ اُن دونوں کو دیکھ سکتے تھے۔

حاج کو آلف کے نزدیک کھڑا دیکھ کر ریوالونگ چیئر پر بیٹھے شخص کے ماتھے پر بل پڑے مگر وہ ہنوز اسکرین کو گھورتا رہا تھا۔

"واٹ دا ہیل۔" کچھ لمحے مزید سر کے تھے جب وہ شخص چیئر پیچھے دھکیلتا طیش میں کھڑا ہو گیا۔

"کون ہے یہ شخص؟"

انگشت شہادت سے اسکرین پر ابھرتے سفید سوٹ بوٹ میں ملبوس شخص کے چہرے پر دستک دیتے ہوئے اس نے غصے سے اپنے عقب میں کھڑے دوسرے شخص سے پوچھا۔

"اس شخص کا نام لیو ہے باس، ومن ٹرافنگ اور اُن کے اور گنز ٹریڈ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک کلب بھی ہے شہر میں۔"

وہ ایک دم سنجیدہ ہوا ماتھے پر شکنوں کا جال مزید گہرا ہوا بھاری تنفس کے ساتھ اس نے زور سے مانیٹر اسکرین پر مکا مارا تھا۔ جو اس کے غصے کی تاب نالاتے ہوئے اب تاریک ہو چکا تھا۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی اُسے ہاتھ لگانے کی۔" اس کی جان جل کر رہ گئی تھی۔

"لیو" وہ پلٹا

"یہ لیو مجھے چاہئے وہ بھی زندہ۔" باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے اس نے حکم صادر کیا۔

"مگر باس حجاج کے بندوں نے پہلے ہی۔"

پیچھے دوسرے مانیٹر پر نظر ڈالتے ہوئے وہ بول ہی رہا تھا کہ سامنے کھڑے شخص نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے ٹوکا۔

"مجھے۔ لیو۔ چاہئے۔۔۔۔۔ زندہ۔" ہر لفظ کو ٹھہر ٹھہر کر چباتے ہوئے ادا کیا۔ اُس کے لہجے میں قیامت خیز سنجیدگی تھی۔

"راجر۔" وہ دونوں سر اثبات میں ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے اور پیچھے نیم اندھیرے میں وہ شخص ایک بار پھر مانیٹر اسکرین کی جانب پلٹا تھا۔

جس لمحے وہ دونوں گیلری سے باہر نکلے، حجاج کی گرفت میں آلف کا ہاتھ دیکھ کر اُسے لگا کہ کسی نے اُس کے دل کو زور سے مٹھی میں لیکر نچوڑ دیا ہے۔

"ہر وہ شخص جس نے تمہیں چھوا ہے آلف، خمیازہ بھگتے گا میں ان سب کو تباہ کر دوں گا۔"

اس کے انگ انگ میں جنون برپا تھا ایسی تباہ خیزیاں کہ وہ پوری دنیا میں آگ لگا دیتا۔

☆...☆...☆

میشن کا یہ اوپن لاونچ ان ڈور سوئمنگ پول ایریا سے منسلک تھا۔ پول کے تینوں جانب باڑ لگی تھی۔ جو رنگ برنگے پھولوں اور پودوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ لاونچ اور پول ایریا کے درمیان شیشے کا اونچا سلائیڈ ڈور تھا۔ جو انہیں ایک دوسرے سے الگ کرتا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل باہر درخت کے سائے تلے بیٹھے تھے۔

حاج آرام سے کرسی کی پشت سے کمر ٹکائے بیٹھا ہوا تھا جبکہ آلف اس کے سامنے تھوڑے فاصلے پر رکھی دوسری کرسی پر بیٹھی حاج کے ہاتھ کی فزیو تھراپی کر رہی تھی۔

آج اُس نے ہلکے بھورے رنگ کا ریپ میکسی اسکرٹ پہنا ہوا تھا۔ اور بالوں کو ہلکا سا کرل کر کے ہیئر کلپ میں مقید کیا ہوا تھا۔ میک اپ کے نام پر گالوں پر بس ٹنٹ لگایا ہوا تھا جو سورج کی نرم گرم روشنی میں سرخ چیری کے مانند لگ رہے تھے۔

دھوپ کی روشنی میں اس کی سنہری آنکھیں مزید گہری ہو جاتی تھیں۔ حاج بنا پلکیں جھپکائے پورے انہماک سے آلف کے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔ سکون کی مختلف اقسام ہوتی ہیں لیکن یہ قسم سب سے اعلیٰ تھی۔ جو اُسے آلف کی موجودگی میں محسوس ہو رہا تھا۔

"تم اور میں دو بالکل مختلف انسان ہیں۔"

وہ حاج کی نظریں خود پر جمیں دیکھ کر بے ساختہ بولی۔

"محبت میں ایک جیسا ہونے کی کوئی شرط نہیں محبت تو پانی کی طرح ہوتی ہے اپنا رستہ خود بنا لیتی ہے۔"

آلف کے ہاتھ ساکن ہوئے۔

"ہاں اسی لئے تم نے ہاتھ کے درد کا بہانہ بنا کر مجھے زبردستی یہاں روکا ہوا ہے۔" وہ برہم ہوئی

"درد واقعی ہے۔" وہ زمین کو گھورتے ہوئے بولا

"لیکن ہاتھ میں نہیں۔"

وہ لب کاٹا ذہن میں نئے الفاظ کھوجنے لگا۔

آلف اس کی باتوں کا ارتکاز سمجھ چکی تھی۔ انگلی کے پور کو انگھوٹے سے مسلتے ہوئے وہ ہری گھانس کو گھورنے لگی۔

"میں اپنے ڈیڈ سے بہت پیار کرتی تھی حجاج۔" وہ رُکی، حجاج اُسے دیکھ رہا تھا۔

"میرے ڈیڈ بلیک منی کو وائٹ کرنے کا کام کرتے تھے۔ میں، مام اور ڈیڈ اپنی مڈل کلاس زندگی میں بہت خوش تھے۔ مگر ڈیڈ کے لئے وہ زندگی کافی نہیں تھی۔ وہ مزید پیسہ کمانا چاہتے

تھے۔ جس وجہ سے اُنہوں نے غلط لوگوں سے پنگا لے لیا۔ اور ان کی ایک غلطی نے مجھ سے میرے ماں اور باپ دونوں چھین لئے "

حاج کئی لمحوں تک کچھ بول نہیں سکا۔

"مجھے آکسفورڈ یونیورسٹی کی اسکالرشپ ملی تھی، اُن دنوں میں بہت خوش تھی کیونکہ وہ میری ڈگری کا آخری سال تھا۔ اُنہی دنوں مجھے مام اور ڈیڈ کی دیتھ کی خبر ملی۔ تمہارا تعلق جس جہان سے ہے اُس جگہ نے میرا پہلے ہی بہت بڑا نقصان کیا ہوا ہے حاج۔ تم سے دل لگا کر میں مزید کوئی رسک نہیں لے سکتی "

اس کی سنہری آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں جسے چھپاتے ہوئے اس نے اپنے چہرے کا رُخ سوئمنگ پول کی جانب موڑ لیا۔

"میں نے اپنی زندگی کے بہت اہم انسانوں کو کھو دیا اور میں ایک بار پھر ایسی تکلیف سے نہیں گزرنا چاہتی "

اس نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر بادلوں کے بیچ نظر آتے ایک پیکر کو دیکھا۔

اور پھر اچانک ٹھٹک کر پیچھے کو سمٹی، حاج گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں بیٹھ رہا تھا۔ وہ منجمد ہوئی۔

"مجھے نہیں معلوم محبت کیا ہے میں نے کبھی یہ جذبہ خود میں محسوس نہیں کیا لیکن میرے لئے تم میرا سکوں، میرا جنون، میری عادت، میری چاہت، میری کل کائنات ہو آلف۔

حجاج یوسف زندانی تمہارے بغیر ادھورا ہے۔ اُسے صرف تم ہی مکمل کر سکتی ہو۔"

وہ آلف کے قدموں میں گھٹنوں کے بل نظر جھکائے بیٹھا تھا اور وہ کئی لمحوں تک اپنی ششدر نگاہیں اس پر سے ہٹا نہ سکی۔

"لل۔۔ لیکن تم۔" اس نے دانستہ اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مانا کے میں ایک بُرا انسان ہوں مگر میری نیت میں تمہیں لیکر کوئی فتنہ نہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولا

"ہاں میرے سیاہ کاموں کی فہرست بہت لمبی ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں کی جانیں لی ہیں، بہت سے لوگوں کے ساتھ غلط کیا ہے۔ میں حجاج یوسف زندانی رشیا کا سب سے خطرناک ڈان جس نے آج تک بہت سے جرم کئے ہیں لیکن۔"

وہ یاسیت سے بھگے لہجے میں بول رہا تھا اور آلف نے خجالت سے نظریں پھیر لیں تھیں۔

"لیکن میرے دل میں تمہارے لئے جو بھی ہے اُس میں ایک نقطے برابر سیاہی بھی شامل نہیں، تم کبھی میرے جذبوں میں کھوٹ نہیں دیکھو گی آلف۔" اس کی آواز بھگ چکی تھی۔

آلف نے اس کے جھکے چہرے کی جانب دیکھا۔ وہ مضبوط، لمبا چوڑا نوجوان اس کے قدموں میں بیٹھا بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

محبت اچھے اچھوں کو گھٹنے پر لے آتی ہے یہ منظر اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔

آلف کو لگا اس کا دل کٹ کر رہ گیا ہے۔ اس سے برداشت نہیں ہوا وہ اُٹھی اور پول کی جانب رُخ موڑ کر کھڑی ہو گئی مگر حجاج وہی زمین پر بیٹھا رہا نا کچھ کہا نہ نظر اٹھا کر مقابل کو دیکھا۔ کچھ لمحے مزید خاموشی سے گزر گئے۔

"ہمارے خاندان کے مردوں کا بخت محبت کے معاملے میں بہت خراب ہے۔ ہم زندانیوں نے ہمیشہ اپنی من پسند عورتوں کو کھویا ہے۔" وہ ہنوز سر جھکائے بے بسی سے بولا اور آلف نے تکلیف سے آنکھیں موند لیں۔

"مجھے آزاد کر دو۔"

گہری سانس لے کر وہ جب پلٹی تو اس کا چہرہ کسی بھی تاثر سے خالی تھا۔ آنکھ کی نمی خشک ہو چکی تھی۔ اُس نے بے بسی سے سر اٹھا کر آلف کے سرخ صبیح چہرے کو دیکھا۔ سورج کی کرنیں آنکھوں سے براہ راست ٹکرائی تو اُس کی خوبصورت شہد رنگ آنکھیں چندھیا گئیں۔

"تم مجھ سے آزادی نہیں میری جان مانگ رہی ہو۔" اس لمحے وہ حجاج کو خود سے بیگانہ محسوس ہو رہی تھی۔

"تو دے دو۔" وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکی جہاں جہنم کی آگ دھک چکی تھی۔ یہ ذلت و رسوائی کا مقام تھا جہاں اس کے دل نے اُسے لاکھڑا کیا تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اُٹھا اور طوفان کی طرح لاؤنچ کا دروازہ عبور کر کے باہر نکل گیا۔ پول کے دوسری طرف باڑ کی سوراخ میں سے جھانکتی کسی کی آنکھوں نے حجاج کا تعاقب دور تک کیا تھا۔

☆...☆...☆

شام کے سائے ماسکو شہر کی خوبصورتی کو پراسرار پیکر میں ڈھال رہے تھے۔ رات کی چادر اوڑھے یہ شہر اپنے آپ میں ان کہی داستانیں خود میں چھپائے حجاج کی تنہائی کا مزاق اڑا رہا تھا۔

پورا دن بے مقصد دیوانوں کی طرح سڑک پر گاڑی بھگانے کے بعد وہ اپنے اندر اُٹھے طوفان کو ٹھنڈا کرنے کے لئے سمندر کنارے آگیا تھا۔

خاموش سیاہ آسمان پر دودھیا چاند ٹھنڈی ہواؤں کے ساز پر رقص کر رہا تھا۔

سمندر کی لہروں کے شور میں اُس کے اندر کا شور دم توڑنے لگا۔ کچھ دیر سیٹ سے پشت ٹکائے وہ خالی ذہن کے ساتھ وند اسکرین سے باہر دیکھتا رہا۔ گھٹن محسوس ہونے پر اس نے شرٹ کے اوپر کے دو بٹن کھول دیئے تھے۔ مگر سانس لینے میں پھر بھی دشواری محسوس ہو رہی

تھی۔ گاڑی کا شیشہ نیچے گراتے ہوئے اس نے ڈیش بورڈ پر رکھا سگار کیس اٹھایا اور ایک سگار جلا کر آنکھیں موند لیں اور سر دوبارہ پیچھے سیٹ پر گرا لیا۔

لوگ تو محبت میں واقعی جان دے دیتے ہیں اور حجاج یوسف زندانی اُسے آزادی نہیں دے سکا تھا؟

"تمہاری خواہش ہے مجھ سے دور جانے کی تو تمہاری خواہش سر آنکھوں پر، میں تو اپنی دنیا تمہارے صدقے میں وار کر دے سکتا ہوں پھر یہ آزادی کیا چیز ہے۔"

ایک ہی پل میں جیسے اس کا دل کسی نتیجے پر پہنچا تھا۔

شاید اللہ نے ابھی اس کی محبت میں اتنی تاثیر نہیں ڈالی تھی جو آلف کے دل کو اُس کے لئے موم کر دیتی۔ ابھی اس کے جذبوں کو خالص ہونا باقی تھا۔ یہ کیسی آزمائش اور کشمکش تھی جس میں وہ پھنس گیا تھا۔ اگر وہ ہجرت کو محبت پر فوقیت دینا چاہتی تھی تو اُسے آلف کا ہر فیصلہ جی جان سے قبول تھا۔

اگر جان کسی اور کی دسترس میں دے دی جائے تو مر جانے کا ڈر کیسا۔

جلتے سگار کے ساتھ حجاج کے ارمانوں کا پروانہ بھی جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ جس کی راکھ اس کے اندر باہر کو کھوکھلا کر رہی تھی۔

سائیڈ میں رکھا موبائل بجنے لگا۔ لُوکا اُسے مسلسل کال کر رہا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر موبائل کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ وہ سکون کی طلب میں یہاں آیا تھا لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ تمام عالم میں سکون نام کی چیز ناپید ہو گئی ہے۔

دھیرے دھیرے سگار کے دھوے کی طرح اُس کا ذہن بھی لاشعوری کی وادیوں میں پلٹنے لگا کہ اچانک ایک زور دار جھماکے کے ساتھ گاڑی کے تمام شیشے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ سیکنڈز کے ہزاروں حصے میں وہ لاشعوری سے حقیقت میں داخل ہوا تھا۔ کسی نے چاروں جانب سے حجاج کی گاڑی پر راڈ سے وار کیا تھا۔

اس نے ڈیش بورڈ پر رکھی اپنی گن کی جانب ہاتھ بڑھایا مگر کسی نے زور سے راڈ اس کے چہرے پر ماری تھی۔ اس کا ذہن ایک دم تاریکی میں ڈوب گیا۔

مگر مقابل نے ہاتھ نہیں روکے وہ اُسے گریبان سے گھسیٹتے ہوئے گاڑی سے باہر لے آیا۔ اس نے دھند میں لپٹی آنکھوں کو زبردستی وا کر کے ان کے چہرے دیکھنے چاہے لیکن ان کے چہرے پر سیاہ کپڑا گرا ہوا تھا۔

بھرپور مزاحمت کرتے ہوئے اس نے جوابی کارروائی کی جس کے نتیجے میں ان میں سے ایک کو اپنی آنکھ اور دوسرے کو اپنی ناک سے ہاتھ دھونا پڑا لیکن مقابل تعداد میں زیادہ تھے۔ حجاج ایک وقت میں اتنے سارے لوگوں کو نہیں پیٹا سکتا تھا۔ مگر پھر بھی زخمی وجود اور گھائل

دل کے ساتھ اس نے سب کو کم از کم ایک ایک زخم تو دیئے تھے۔ جو انہیں تا عمر یاد رہنے والے تھے۔

اتنے سارے لوگوں میں حجاج نہٹتا تھا مزاحمت کرتے کرتے اس کے حوصلے پست ہو گئے۔
مقابل نے اس کے پیٹ میں چاکو سے وار کیا اور وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا چلا گیا۔

("تم مجھ سے آزادی نہیں میری جان مانگ رہی ہو")

ایک آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

("تو دے دو")

کسی نے اس کے سینے میں خنجر چلایا تھا۔

آنکھوں کی پتلیوں کے سامنے ایک حیولہ سا دکھائی دیا۔ وہ شاید آلف تھی جو مسکراتی نگاہوں سے اُسے اپنے پاس بلا رہی تھی۔

("میں تو اپنی دنیا تمہارے صدقے میں وار کر دے سکتا ہوں")

بند گھل ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ ہاتھ ہوا میں بڑھاتے ہوئے زخمی سا مسکرایا تھا۔

پھر اس نے اپنے روئی ہوتے وجود کو زمین بوس ہوتے دیکھا۔ چاروں جانب دھند چھا گئی تھی۔

فائر کا شور اور بہت سے لوگوں کے قدموں کی آہٹ نے اس کی زخمی سماعتوں پر دستک

دی تھی۔ مگر وہ دنیا کے شور و گل سے بے نیاز لاشعوری کی گہرائی میں اتر چکا تھا۔ جہاں۔۔۔۔۔
سناٹا تھا۔۔۔۔۔ مکمل۔۔۔۔۔ سناٹا۔

☆...☆...☆

شیشے کا دروازہ دھکیل کر وہ سست قدموں کے ساتھ آئیس کریم پارلر میں داخل ہوئی تھی۔
سامنے وال کلاک رات کے نو بج رہی تھی۔ پارلر میں گنتی کے چند لوگ بیٹھے تھے۔ جو اب
جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

کایا کیش کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی آج کے دن کا حساب کتاب کر رہی تھی۔ اس کی شفٹ ختم
ہونے میں آدھا گھنٹہ ہی بچا تھا۔

آلف بنا کچھ کہے خاموشی سے اپنی مخصوص ٹیبل پر آکر بیٹھ گئی۔ دونوں ہتھیلیوں میں منہ
چھپاتے ہوئے وہ ہاتھ بالوں میں گزار کر پیچھے لے گئی اور کہنی ٹیبل پر رکھتے ہوئے دونوں
ہاتھ کانوں پر رکھ لئے۔۔۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ وہ سامنے دیوار کو گھور رہی تھی۔

کایا نے نوٹ گنتے ہوئے سرسری سی ایک نظر سامنے بیٹھی آلف پر ڈالی اور دوبارہ اپنے کام
میں مصروف ہو گئی۔ کسٹمرز ایک ایک کر کے جا رہے تھے۔ باقی اسٹاف بھی تقریباً اپنا کام ختم
کر چکا تھا۔

"یہ لو تمہارا اسٹابری اسمو تھی۔"

ہمیشہ کی طرح گلاس ٹیبل پر رکھ کر وہ ہلکا سا مسکرائی۔ آلف مسکرا بھی ناسکی بس خالی نظروں سے گلاس کو گھورتی رہی۔ اُسے بے ساختہ کچھ یاد آیا۔

(مجھے گھورنے سے اسمو تھی کا ذائقہ پتا نہیں چلے گا، اس کے لئے تمہیں اسے پینا پڑے گا)
اس نے بڑے مشکل سے سانس کھینچی۔

کایا کو اس سانس میں برسوں کی تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ اس نے ہمدردی سے آلف کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔

"اسی لئے روکتی تھی میں تمہیں۔" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولی جواباً آلف نے چہرہ جھکا لیا۔

"یو ڈیزور بیٹر"

آلف نے سر اٹھا کر اُسے ججمینٹل نگاہوں سے گھورا تھا۔

"سیریلی کا یا؟" اس نے بھنویں اُچکائیں

"میرا اُس سے بریک اپ نہیں ہوا جو تم مجھے یو ڈیزور بیٹر کے نارے رٹوا رہی ہو۔"

وہ لاپرواہی سے کندھے اُچکاتے ہوئے اسمو تھی سے انصاف کرنے لگی۔

"میں کبھی کبھی سوچتی ہوں جنت میں میرا وقت تنہا کیسے گزرے گا۔" کایا نے افسوس میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ تم تو جہنم میں ہوگی "

"میرا تو پتا نہیں مگر تمہارا ٹھکانا پکا جہنم ہی ہے بے فکر رہو " آلف کچھ سوچ کر یاسیت سے مسکرائی پھر بولی۔

"کسی دن تمہارے اسٹابری اسمو تھی میں زہر ملا کر دے دوں گی میں " آلف کا موڈ ٹھیک کرتے کرتے اس کا خود کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"اچھا چھوڑو یہ لو تم بھی پیو۔" اس نے اسمو تھی کا گلاس کایا کی جانب کھسکایا۔

"تم اُداس ہو تو میں کچھ کیسے پی سکتی ہوں؟ اپنے لئے میں نے پیزا آرڈر کیا ہے "

آلف اس کی شکل دیکھ کر ہنس دی۔ کایا کی کوشش کام آئی تھی۔ اُس کا موڈ اب کافی بہتر لگ رہا تھا۔

چند منٹ بعد ان کی ٹیبل پر گرما گرم لارج پیزا ود ایکسٹرا چیز حاضر تھا۔

"دوست اداس ہو تو پارٹی کا مزا دو بالا ہو جاتا ہے۔" کایا نے پیزا کا سلائیس کھینچتے ہوئے ندیدے پن سے کہا۔

"تم میں شرم نام کی شہ ناپید ہے کایا۔"

وہ افسوس سے اُسے ندیدوں کی طرح پیزا پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ جو بجلی کی اسپید سے ایک ایک کر کے تمام سلائسز غائب کر رہی تھی۔

کافی عرصے بعد وہ دونوں اس طرح ساتھ بیٹھے تھے۔ چند منٹ گزرے ہی تھے کہ اتنے میں لُوکا پریشانی کے عالم میں آئیس کریم پارلر میں داخل ہوا آلف نے ٹھٹھک کر اُس کی جانب دیکھا وہ حواس باختگی سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اُس این ایمر جنسی"

اور آلف کے اعصاب تن گئے۔

"حاج ٹھیک ہے؟"

آلف کے استفسار پر لُوکا کی آنکھیں تاریک ہو گئیں۔ اور آلف کا دل بھی، وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ وہ جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ کایا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کی آنکھوں میں جو تھا وہ آلف پڑھ چکی تھی۔

"I'd rather be miserable with him than happy with someone else Kaya"

اور اُس نے بے یقینی سے آلف کو دیکھتے ہوئے جھٹکے سے اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

بعض اوقات انسان اپنی تباہی خود چُنتا ہے اس کے لئے تقدیر ذمہ دار نہیں ہوتی۔

☆...☆...☆

ہاسپٹل کے فرش پر اسٹریچر اور بھاگتے قدموں کے شور نے خاموش کاریڈور میں افراتفری پیا کر دی تھی۔ حجاج خون میں شرابور ادھ مری حالت میں اسٹریچر پر لیٹا تھا۔ ایمر جنسی کی اطلاع پا کر ڈاکٹر اور نرسز کا ایک ہجوم آپریشن تھیٹر میں داخل ہوا تھا۔

"نرس پشینٹ کو آکسیجن ماسک پہناؤ۔"

"جلدی انیسٹھیزیا لیکر آؤ۔"

ڈاکٹر ٹھک ٹھک آرڈرز دے رہے تھے۔ حجاج نیم بے ہوشی میں تھا۔ اس نے لرزتی پلکوں کو اٹھانے کی کوشش کی مگر چہرے پر تیز روشنی پڑنے کی وجہ سے آنکھیں کھول نہیں پایا۔

"ڈاکٹر" اس نے بمشکل بھاری پوٹوں کو ہلکا سا اٹھایا۔

"میں مروں گا تو نہیں نا؟"

انیسٹھیزیا دیتے ہوئے ڈاکٹر کا ہاتھ ساکن ہوا۔

"مجھے جینا ہے پلیز" اس کی آنکھیں دوبارہ بند ہونے لگیں۔

"اُس کے لئے" وہ بڑبڑایا۔

نرس اور ڈاکٹر نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ آج سے پہلے بھی بہت بار ان لوگوں نے حجاج کو اس حالت میں دیکھا تھا۔ لیکن زندگی میں پہلی بار اُس نے جینے کی تمنا کی تھی وہ بھی کسی اور کے لئے۔

انیستھیزیا کا اثر دھیرے دھیرے اس کے ذہن اور جسم کو پرسکون وادیوں میں دھکیل رہا تھا۔ یکدم اس کے جسم سے کسی نے سارا درد نچوڑ لیا۔ وہ ایک بار پھر گہری نیند میں چلا گیا تھا۔

اپنے پسندیدہ شخص سے چاہے جانے کی خواہش وہ آخری ضد ہے، جسے چھوڑ دینے سے انسان آزاد ہو جاتا ہے۔

شولا تھا جل بُجھا ہوں

صدائیں مجھے نا دو

"حجاج، حجاج۔۔" دھیرے دھیرے بیدار ہوتی سماعتوں سے بار بار ایک شناسا سی آواز ٹکرا رہی تھی۔

"حجاج تم ٹھیک ہو؟"

اس نے آہستگی سے آنکھوں کو وا کر کے دھند میں لپٹے اُس چہرے کو دیکھنے کی کوشش کی

"حجاج"

ایک ایک کر کے اس کی تمام حسیں بیدار ہونے لگیں۔

ذائقے کی حس، اسے اپنی زبان پر کڑواہٹ محسوس ہوئی۔ سونگھنے کی حس، اُسے اپنے اطراف میں مدہوش کر دینے والی خوشبو چکراتی محسوس ہوئی۔ سننے کی حس، وہ آواز جس پر حجاج کا دل ہر بار زور سے دھڑکتا تھا، اس کی سماعتوں کے دروازے کو کھٹکھٹا رہی تھی۔ چھونے کی حس، وہ لمس جو اُسے اپنے ہاتھ پر محسوس ہو رہا تھا، وہ جو اس کے الاؤ سے وجود کو ٹھنڈا کر رہی تھی۔ بصارت کی حس، دھند میں لپٹا چہرہ واضح ہو گیا تھا، یکدم اس کے وجود میں کسی نے زندگی پھونک دی۔

اُسے ہوش میں آتا دیکھ کر آلف اس کے ہاتھوں کو نرمی سے تھامتے ہوئی مسکرائی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حجاج کو اپنے سینے میں کچھ اُلٹ پلٹ ہوتا محسوس ہوا۔ "کبھی کبھی پوری دنیا کا پیار بھی کم پڑ جاتا ہے اور بعض دفع ایک شخص کی توجہ ہی کافی ہوتی ہے۔"

حجاج نے آہستگی سے کہا۔

"اور تمہارے لئے وہ ایک شخص کون ہے؟"

جواباً حجاج نے اُسے خوشمگین نگاہوں سے دیکھا تو اُس نے پیترا بدلا۔

"ہاں لیکن تم نے مجھے زبردستی یرگمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔" وہ نظریں چرا کر اپنی ہنسی پر ضبط کرنے لگی۔

"میں کبھی بھی عورتوں کے ساتھ زبردستی نہیں کرتا۔"

"ایکسیوز می؟؟؟؟ عورت نہیں ہوں میں۔" تاؤ سے انگلی دکھائی۔

"مجھے لگتا ہے میرے مرتے وقت بھی تم مجھ سے اسی طرح لڑو گی کہ ایسے کیوں مرے اس سے بہتر طریقے سے بھی مرا جاسکتا تھا۔" اُس نے آہستگی سے مسکراتے ہوئے آلف کو چھیڑا وہ آنسوؤں سے دھلی آنکھوں کو سکوڑ کر اُسے برہمی سے منہ ناک بھلائے دیکھ رہی تھی۔ اس کے نروٹھے پن پر حجاج کا دل کیا کہ اپنا دل نکال کر اس کے قدموں میں رکھ دے۔

وہ خلاف توقع کچھ کہنے بجائے رُخ پھیر گئی چہرے پر برہمی ہنوز طواف کر رہی تھی۔

"میں ان سنہری آنکھوں کے سحر میں سر سے پاؤں تک ڈوب چکا ہوں۔"

برہم سی آنکھیں حیا سے چمکیں پھر نیچے جھک گئیں۔

"میرا دل اب بے اختیار ہو چکا ہے، یہ میرے بس میں نہیں آلف یہ تمہارا ہو گیا ہے۔ یہ

تمہارا ہی تھا ہمیشہ سے، تمہارا ہی رہے گا ہمیشہ۔"

اُس نے پر یقین لہجے میں کہتے ہوئے آلف کی جانب دیکھا اور ایک آنسو کا قطرہ آلف کی آنکھ سے نکل کر زمین بوس ہوا۔

"کیا تم اس برے انسان کی زندگی میں شامل ہونا چاہوں گی آلف؟"

اس نے بے جان سی ہتھیلی آلف کی جانب بڑھاتے ہوئے محبت سے مخمور لہجے میں سوال کیا۔ اس نے حجاج کے لفظوں میں قید شدت کو محسوس کیا تھا۔ وہاں جذبوں کی پھڑپھڑاتی لہر تھی۔ جو اُسے خود میں شامل کرنے کے لئے بے تاب تھی۔

"Please be my permanent physiotherapist"

نا کوئی ٹیپیکل پیار محبت کی باتیں، نا قسمیں نہ وعیدیں اور نہ کوئی مہنگی ڈائمنڈ کی رنگ۔ یہ پراپوزل دنیا بھر کی باقی تمام روایتی پراپوزلز سے ہٹ کر تھا۔

آلف پُر نم آنکھوں سے ہنس دی۔

حجاج کا گھمبیر لہجہ اور جذبات سے بھری نظروں نے اس کو مکمل طور پر سُن کر دیا تھا۔

اُس نے بنا کچھ کہے خاموشی سے اپنا کپکپاتا نازک ہاتھ مقابل کے بھاری ہاتھ پر رکھتے ہوئے، نگاہیں جھکا دیں۔ جیسے اُس کے سچے جذباتوں کے آگے وہ اپنا دل، اپنا وجود سب ہار گئی ہو۔ اُس حسین ستمگر نے اس کے دل کو اپنی دسترس میں لے لیا تھا اور اس نے بھی بنا کسی مدافعت کے خاموشی سے اُسے اپنے بے اختیار ہوتے دل کو سونپ دیا۔

اور کیا کرتی وہ؟

سامنے موجود شخص اعتراض کا کوئی موقع دیتا ہی کہاں تھا۔ آلف کا باغی دل اور اس میں دھڑکتی بغاوت کرتی دھڑکنیں بھی اب اُس کی کہی ہر بات پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے کو بے قرار تھیں۔

جس لمحے ان دونوں نے اپنے محبت کے آشیانے کی پہلی اینٹ رکھی کوئی کہیں دور اُن کی کہانی کا انجام لکھ رہا تھا۔ وہ انجام جو بھیانک ہونے والا تھا۔ یہ محبت راحت نہیں روگ بننے والی تھی۔ ایسا روگ جس کا علاج صرف موت تھی۔

☆...☆...☆

ہسلٹر ڈین ماسکو کے مشہور کلبز میں سے ایک تھا اور لیو اس کلب کا مالک تھا۔ یہ جگہ ہمیشہ شہر کے مشہور بزنس مینز اور امیر کبیر لوگوں کا مرکز بنی رہتی تھی۔ اس کلب کی آڑ میں ہی وہ وومن ٹرافکنگ اور انسانی اور گنز کو ٹریڈ کیا کرتا تھا۔ کلب میں آنے والی ہر نئی لڑکی پر اس کی نظر رہتی تھی۔

اگر وہ خوبصورت ہوتی تو آگے بچ دی جاتی اور بد صورت ہوتی تو اس کے اور گنز بچ دیئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے کسٹمرز کو ڈرگز بھی فراہم کرتا تھا۔ اس وقت یہاں خطرناک حد تک سناٹا تھا کیونکہ اس کلب کو پچھلے ہفتے سیل کر دیا گیا تھا۔ اور ایسا کس نے کیا تھا یہ بھی

وہ جانتا تھا۔ پورا شہر حجاج کی جاگیر تھا اور اتنے طاقتور شخص سے پنگا لینا اُسے اب بھاری پڑ رہا تھا۔

ہسٹری ڈین کی دوسری منزل پر آ تو یہاں بہت سے کمرے تھے۔ جو شہر کی نامور ہستیوں کی عیاشی کا اڈا تھا۔ اُسی منزل پر واقع اس نیم اندھیرے ہال کے درمیان اسنوکر ٹیبل رکھا ہوا تھا۔ جس کے اوپر چھوٹا سا شیشے کا فانوس جھول رہا تھا۔ اس منزل کا رستہ کلب کی پچھلی گلی سے تھا۔ جہاں رات کے وقت ہمیشہ اندھیرا رہتا تھا۔

"کمینہ۔۔۔۔ میں اُسے چھوڑوں گا نہیں"

لیو نے جھک کر ایک بال پر نشانہ لگایا۔ اس کے چہرے پر جگہ جگہ تازہ زخم کے نشان تھے اور اُسے چلنے میں بھی دکت ہو رہی تھی۔ حجاج کے بندوں نے اچھی درگت بنائی تھی اُس کی جس کے نشان اب بھی تازہ تھے۔ خاموش کمرہ گیندوں کے ٹکرانے کی آواز سے گونجا اور عین اُسی وقت لیو کو دروازے کے باہر بہت سے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔

اس نے قدموں کی آواز کا تعاقب کرتے ہوئے نظر شیشے کے دروازے پر ڈالی اُسے دروازے پر کسی کا سایہ دکھائی دیا۔ باہر کوئی کھڑا تھا۔

"کون ہے وہاں؟"

آنکھوں کو سکوڑ کر بلند آواز میں استفسار کرتے ہوئے وہ دروازے کی سمت دیکھنے لگا۔ جب ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا، باہر کاریڈور میں ایک لائٹ جل رہی تھی۔ جس کی روشنی میں اس شخص کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا فارمل سوٹ پہنا ہوا تھا۔ سر پر ہیٹ اور ہاتھ میں سگار تھا۔

وہ خراماں خراماں اندر داخل ہوا۔ جبکہ اس کے نمائندے دروازے پر بھی کھڑے رہے۔ چکنے فرش پر جوتوں کی آواز نے کمرے میں رقص کرتی خاموشی کو توڑا۔

"ہیلو مائے فرینڈ۔" ہیٹ اُتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اسنوکر ٹیبل کی دوسری جانب ہی رُک گیا۔

"تم؟" مقابل کے چہرے پر روشنی پڑتے ہی لیو کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"مجھے لگا تم مجھے نہیں جانتے ہو گے۔" وہ مسکرایا مگر لیو ہنوز سنجیدگی سے اُسے دیکھتا رہا۔

"تمہیں کون نہیں جانتا رشیا کا بچہ بچہ تمہارے نام سے واقف ہے۔" مقابل نے سگار کا دھواں ہوا میں خارج کیا۔

"لیکن تمہاری اچانک آمد نے مجھے تشویش میں ڈال دیا ہے۔ ایسا بھی کیا ضروری کام تھا جو تمہیں بضات خود یہاں آنا پڑا۔" لیو نے خصوصی زور دے کر کہا۔

"میرے یہاں آنے کی ایک ہی وجہ ہے۔" لیو جو دوبارہ ٹیبل پر جھک کر نشانہ لگا رہا تھا۔
استفسار بھری نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"محبت" وہ کہتے کہتے دو قدم پیچھے گیا اور شیلف کے ساتھ ٹکی دوسری اسٹک اٹھالی۔

"سیریلی؟" اس شخص کی بات پر لیو کا قہقہہ نکلا

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔"

وہ جھکا اور اسٹک کی نوک کا رخ سفید رنگ کی بال کی جانب کر کے ایک آنکھ بند کی اور ایک جھٹکے سے سیاہ رنگ کی گیند سائیڈ پاکٹ میں جا گری۔

"محبت اُس لڑکی سے جسے تم نے اُس روز آرٹ گیلری میں چھوا۔" اُس کا ذہن ایک دم ہینگ ہو گیا وہ سمجھ نہیں سکا کہ مقابل کیا کہہ رہا ہے۔

"مگر وہ تو حجاج"

"حجاج کو فلحال درمیان سے نکال دو"

اُس نے لیو کو درمیان میں ٹوکا پھر عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

"آؤ ایک کھیل کھیلتے ہیں"

"ک۔۔ کونسا کھیل؟" وہ مستفسرانہ نظروں سے مقابل کو دیکھنے لگا۔

"موت کا کھیل" وہ سرد مہری سے مسکرایا اور لیو کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

"جو بھی آج یہ کھیل ہارے گا لیو اُس کا اِس دنیا میں آج آخری دن ہو گا۔" چلتے چلتے مقابل کے قدم ساکن ہوئے۔

"تم نے یہاں آنے سے پہلے میرے بارے میں یقیناً سب کچھ جان لیا ہو گا، تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس کھیل میں مجھے کافی مہارت حاصل ہے اور میں انٹرنیشنل اسنوکر چیمپئن رہ چکا ہوں"

وہ گردن کڑا کر بولا، لہجے میں مقابل کے لئے تنز تھا۔

"اپنے حریف کو اُسی کے پسندیدہ ہتھیار سے مارنے کا اپنا لطف ہے لیو تم نہیں سمجھو گے۔" وہ محظوظ انداز میں کندھے اُچکاتے ہوئے دُوبدو بولا۔

جبکہ وہاں موجود اُس شخص کے ایک نمائندے نے آگے بڑھ کر بالز کو تگون شکل کے ریک کی مدد سے دوبارہ ٹیبل پر سیٹ کیا۔

"اور ویسے بھی تم اِس معمولی سے کھیل کے فاتح ہو لیو۔" دونوں ہاتھ ٹیبل پر جماتے ہوئے وہ مسکرایا

"مگر میں موت کے کھیل کا فاتح ہوں اور بساط پلٹنی مجھے آتی ہے۔"

کہتے ہوئے اُس نے تکنون شکل میں رکھیں گیندوں کی جانب اسٹک کا رخ کیا اور ٹیبل پر گیندیں بکھر گئیں۔

"اور اگر تم یہ خواب دیکھ رہے ہو کہ تم مجھ سے جیت جاؤ گے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے کیونکہ۔"

لال رنگ کی بال کارنر پاکٹ میں جاگری تو وہ شخص آہستگی سے چلتے ہوئے کارنر پاکٹ کی جانب آیا۔ دوبارہ جھکا اور اس بار بال کو دیکھنے سے پہلے اس نے نظر اٹھا کر لیو کو دیکھا اور پھر اس کے ماتھے پر نمودار ہوتیں پسینے کی بوندوں کو۔

"لوگوں کے خواب توڑنا میرا جنون ہے"

اسی کے ساتھ ایک اور گیند سامنے مڈل پاکٹ میں جاگری۔۔۔ اُس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

اسٹک کے سرے کو انگلی اور انگوٹھے کے درمیان مسلتے ہوئے وہ گھوم کر ٹیبل کی دوسری جانب آگیا۔ جہاں لیو خاموشی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسنو کر کا یہ معمولی سا کھیل آج اُس کی قسمت کا تعین کرنے والا تھا۔

"پلیز لیٹس میک آڈیل۔" وہ صلح جو انداز میں بولا تو اُس شخص نے پلٹ کر لیو کو سنجیدگی سے دیکھا۔

"میں دشمنوں سے صلح نہیں کرتا، اب صرف اور صرف فیصلہ ہوگا۔۔۔ جینے اور مرنے کا فیصلہ"

اس کا لہجہ حتمی تھا۔

جیسے جیسے گھڑی کے کانٹے ایک سیکنڈ سے دوسرے سیکنڈ میں منتقل ہو رہے تھے ویسے ویسے گیندیں ایک ایک کر کے پاکٹس میں گر رہی تھیں۔ ہال میں ایک عجیب سا تناؤ پھیل گیا تھا اور خاموشی ایسی کہ جگر کا خون نچوڑ لے اور پھر وہ گھڑی آگئی جو لیو کی سانسوں کا فیصلہ کرنے والی تھی۔

لیو کا جسم پسینے سے شرابور تھا اور حلق سوکھ کر بنجر ہو گیا تھا۔ ٹیبل پر سیاہ اور سفید رنگ کی گیندیں بچی تھیں۔

اُس نے جھک کر سفید گیند کے پس منظر میں سیاہ گیند پر نشانہ لگایا۔ لیو نے ترچھی نظر سے دروازے پر کھڑے اُس کے نمائندوں کو دیکھا ان سب کی توجہ کھیل پر تھی۔ اس نے چالاکی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور عین اُسی وقت مقابل نے اسٹک سے گیند کو ہٹ کیا مگر وہ پاکٹ میں جانے کے بجائے ٹیبل کے کنارے سے ٹکرا کر پاکٹ کے سامنے جا کے ساکن ہو گئی۔

لیو کی گرفت گن پر ہلکی ہوئی اس نے گہری سانس لیکر سامنے کھڑے شخص کو مسکرا کر مغروریت سے دیکھا۔

جیسے وہ پہلے سے جانتا ہو کہ ایسا ہی ہونے والا ہے۔ اسٹک پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے لیو ٹیبل پر جھکا اور ایک آنکھ دبا کر نشانہ لگایا۔

مقابل خاموشی سے دونوں ہاتھ جیب میں مقید کئے آرام سے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر قیامت خیز سناٹا تھا۔

سفید گیند سیاہ گیند سے ٹکرائی اور سیاہ گیند پاکٹ میں جاگری۔۔۔ لیو نے فاتحانہ انداز میں ہنستے ہوئے پیچھے کھڑے شخص کو بھنویں اُچکا کر دیکھا۔

"کیا کہہ رہے تھے تم کہ، میں موت کے کھیل کا فاتح ہوں، اب کیا کہو گے تم۔۔۔ ہاں؟" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ اُس شخص نے رسان سے پہلے لیو کو دیکھا اُس کے بعد ایک نظر پیچھے ٹیبل پر ڈالی پھر مضحکہ خیز انداز میں ہنسا تو لیو کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات اُبھرے۔

"وقت سے پہلے جیت کا جشن نہیں مناتے۔۔۔ لیو۔"

اُس شخص نے اس کے کان کے پاس جا کر سرگوشی کی تو اُس نے پلٹ کر اسنو کر ٹیبل کی جانب دیکھا وہاں سفید گیند نہیں تھی۔

پاس کھڑے اُس شخص کے نمائندے نے سائیڈ پاکٹ میں ہاتھ ڈال کر سفید گیند نکالی تو لیو کی شکل یکسر بدل گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزاحمت کرتا مقابل نے تیز رفتاری سے خنجر اُس کے سینے میں پیوست کر دیا۔

"میں نے کہا تھا نہ لیو کہ مجھے بساط پلٹنی آتی ہے... لو پلٹ گئی بساط۔"

سرگوشی کرتے ہوئے اُس نے سینے میں پیوست خنجر کو نیچے کی جانب کھینچا۔۔۔ لیو کے منہ سے دل خراش چیخ خارج ہوئی۔ خنجر کی نوک دل میں پیوست ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"وہ۔۔۔ وہ ج۔۔۔ ج کی گرل ف۔۔۔ ف۔۔۔ فرنڈ تھی۔۔۔ ج۔۔۔ جب اس۔۔۔ نے۔۔۔ م۔۔۔ میری۔۔۔ جان۔۔۔ ن بخش دی تو۔۔۔۔"

سینے پر بوجھ پڑا تو لیو کے الفاظ ٹوٹ گئے۔ آنکھیں باہر آ گئیں، سانس سینے میں پھنسنے لگی۔ وہ کچھ بھی کہنے کی سکت کھو چکا تھا۔

"وہ اس کہانی کا ہیرو تھا اس لئے تمہیں زندہ چھوڑ دیا۔"

خنجر پر زور ڈالتے ہوئے اُس شخص نے لیو کی سرخ ہوتی آنکھوں میں وحشت سے دیکھا۔

"لیکن میں ولن ہوں۔۔۔۔ میں مقابل کو بخشتا نہیں فنا کر دیتا ہوں۔"

اور اُس کا درد سے کانپتا ہاتھ ساکن ہو گیا۔ اسنو کر کے اس معمولی سے کھیل نے لیو ویتالی کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تھا۔

زندگی اور موت کے درمیان چند مسافت کی دوری ہوتی ہے صحیح وقت پر صحیح جگہ نشانہ لگ جائے تو قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے جیسے لیو کا ہو گیا تھا۔

"سر آگے کے کیا آرڈرز ہیں؟" ہسلٹر ڈین سے نکلتے ہوئے اُس کے خاص نمائندے نے استفسار کیا۔

"بس کچھ دن کا مزید انتظار پھر آلف یہاں ہوگی میرے پاس۔" اُس نے سگار کا کش بھرتے ہوئے کہا

"لوہا گرم ہے سر آپ کو نہیں لگتا کہ اب وقت آگیا ہے؟"

"نہیں ابھی اس آگ کو مزید بھڑکنے دو، عشق جتنا سچا ہو چوٹ اتنی ہی گہری لگتی ہے۔" اس نے تاریک آسمان کو سر اٹھا کر دیکھا

"سب کو لگتا ہے یہ کہانی رومانٹک ہے مگر نہیں ایسا نہیں ہے۔ یہ کہانی رومانٹک نہیں ٹریجک ہے کیونکہ اس کہانی کا انجام میں نے لکھا ہے۔" جبرے بھینچ کر کہتے ہوئے اُس نے سگار ہوا میں اچھال دیا۔

کسی نے دُست کہا تھا۔ دل کی چوٹ سب سے بُری چوٹ ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے جسم سے ساری توانائی نچوڑ لی گئی ہے، درد کے مارے انسان پھڑپھڑانے لگتا ہے۔

☆...☆...☆

حاج کو آرام کرنے کا کہہ کر وہ دوبارہ باہر آگئی تھی۔ اُسے روم سے باہر آتا دیکھ کر لُوکا بیچ سے یکدم کھڑا ہو گیا۔

"اب کیسے ہیں باس؟ کیا ہوش آگیا انہیں؟" اس کے انداز سے فکر مندی جھلک رہی تھی۔
 "ہمم آگیا ہوش ابھی آرام کر رہا ہے وہ۔" وہ دروازے اور لوکا کے درمیان دیوار کی مانند کھڑی تھی۔

"تھینک گاڈ باس کو ہوش آگیا ورنہ میں واقعی گھبرا گیا تھا۔" وہ متشکر انداز میں بولا
 "خوش تو ایسے ہو رہے ہو جیسے باس تمہارا بارڈر پر لڑتے لڑتے زخمی ہوا ہے۔" آلف نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"آپکی زبان کے نیچے توپ فٹ ہے؟ جب بھی بولتی ہیں بم ہی مارتی ہیں۔"
 "ہاں احتیاط کرنا ایک آدھ بم تم پر ناگرا دوں۔" آلف کی شکل مزید بگڑی۔

لُوکا نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کمرے سے حجاج کے کھانسنے کی آواز آنے لگی۔ وہ دوبارہ جاگ گیا تھا۔

آلف اُسے دیکھنے اندر آئی تو موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لُوکا بھی پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔
 "آپ کیسے ہیں باس؟" اس نے نرمی سے پوچھا تو حجاج نے آنکھ کے اشارے سے اُسے جواب دیا۔

"باس کا چمچہ، جب دیکھو دُم چھلے کی طرح باس کے سینے سے چپکا رہتا ہے۔" آلف گلاس میں پانی اُنڈیلے ہوئے آہستگی سے بڑبڑائی۔

"آپ نے کچھ کہا میم؟" اُس نے جان بوجھ کر اُسے مخاطب کیا۔

"نہیں میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی بس۔" آلف دانت کچکچاتے ہوئے مصنوعی سا مسکرائی۔
 "دُم چھلا" آہستگی سے اضافہ کیا۔

"تم دونوں کی جنگ عظیم ختم ہو گئی ہو تو میں کچھ کہوں؟" ضبط سے دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے حجاج نے کہا تو دونوں سیدھے ہو گئے۔

"لُوکا تمہارے لئے ایک کام ہے۔" حجاج کے کہنے پر وہ تھوڑا نزدیک آیا۔

"اس ڈاکٹر کا پتا لگاؤ جس نے میری ماں ماریہ خلجی کا پوسٹ مارٹم کیا تھا"

لُوکا کی بھنویں مستفسرانہ انداز میں اُٹھیں۔

"میں ان کی موت کی اصل وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" بمشکل کہتے ہوئے اس نے گہری سانس لی
تکلیف کی وجہ سے اس سے بات بھی نہیں ہو پارہی تھی۔

"ماریہ خلجی؟"

اس نام پر آلف کے ہاتھ ساکن ہوئے۔

"کیا وہ تمہاری ماں تھی حجاج؟" اُس نے حیرانگی سے استفسار کیا تو دونوں نے بروقت اُسے
دیکھا۔

"اس کا مطلب عیسیٰ خلجی تمہارا کزن ہے؟" کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"میرے ڈیڈ اور مام کی لو میرج تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے
تھے۔"

وہ تاسف سے بولا

"لیکن میں نے تو پڑھا تھا کہ ماریہ خلجی نے سوسائٹیڈ کیا تھا کیونکہ تمہارے ڈیڈ نے۔۔۔"

اس نے زبان دانتوں تلے دباتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"سب کو لگتا تھا کہ مام نے ان کی وجہ سے خودکشی کی تھی لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔" وہ لمحے بھر کے لئے رُکا۔

"مام کی دیتھ کے بعد میں نے اُنہیں ہر پل ہر لمحے مرتے دیکھا ہے۔ مام کے جانے کے بعد وہ جتنا عرصہ بھی جئے وہ کسی عذاب سے کم نہیں تھے۔ محبت کے بغیر جینا بہت مشکل ہوتا ہے آلف۔"

اُس نے ٹھٹھک کر حجاج کے چہرے کو دیکھا وہ سامنے دیوار کو گھورتے ہوئے بول رہا تھا۔

"پوری زندگی ان کے سینے پر اس جھوٹے الزام کا بوجھ رہا ہے لیکن جب وہ اپنی آخری سانسیں لے رہے تھے تو میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ ان کی آنکھیں زندگی سے بھرپور تھیں۔ یوں جیسے پوری زندگی انہوں نے بس اسی ایک لمحے کے انتظار میں کاٹی ہو " اس نے گہری سانس لے کر آنکھیں موند لیں۔

"وہ لمحہ ملاقات کا لمحہ تھا مام سے ملاقات کا لمحہ۔۔۔۔۔۔ وہ چاہتے تو اپنی جان لے سکتے تھے لیکن اُنہوں نے جدائی کا سفر طے کیا۔ ان سے ملنے کی طلب میں خود کو پہلے راکھ کیا اور جب

محبت میں جدائی کا سفر آجائے تو وہ محبت عام نہیں رہتی خالص ہو جاتی ہے۔ "حجاج کی بند آنکھ کے کنارے پر اُبھرتی نمی کسی نے محسوس نہیں کی تھی۔

"میرے ڈیڈ بے وفا نہیں تھے آلف اور یہ بات میں ثابت کر کے رہوں گا۔" اس نے عزم سے بولتے ہوئے لوکا کی جانب دیکھا تھا۔

"اوکے باس" اُس کی نظروں کا ارتکاز سمجھ کر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گیا۔ حجاج نے آلف کی جانب دیکھا اس کی آنکھوں میں بہت سوالات تھے۔

"میں جانتا ہوں تمہارے دل میں بہت سے سوالات ہیں لیکن فلحال میں ان کے جواب نہیں دے سکتا"

آلف سمجھ سکتی تھی کہ وہ ابھی کافی تکلیف میں ہے۔ اُس نے بنا کچھ کہے سر اثبات میں ہلا دیا تو حجاج نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔

☆...☆...☆

باسمنی ڈسٹرکٹ میں واقع یہ خاموش لیبینڈن ویئر ہاؤس رات کی تاریکی میں پراسرار دکھتا تھا۔

یہ ایک میٹ ویئر ہاؤس تھا۔ جہاں کئی سالوں پہلے رشیا کے مختلف شہروں سے لوگوں کو نوکری کے بہانے بلایا جاتا اور ان کا قتل کر کے اُن کے گوشت کو آگے ریستورانٹس اور فائو سٹار

ہوٹلوں میں بیچ دیا جاتا تھا۔ مگر کچھ عرصے بعد ہی اُس جگہ پر چھاپہ مار کر گورنمنٹ نے اس ویئر ہاؤس کو ہمیشہ کے لئے سیل کر دیا۔

گھنگھور بادلوں کے درمیان چمکتے چاند کی ہلکی روشنی میں یہ ویئر ہاؤس لاکھوں لوگوں کی آہ و فغاں کا مرکز محسوس ہوتا تھا۔ جس وجہ سے اس طرف انسانوں کا آنا جانا خاص طور پر رات میں نا کے برابر تھا۔

اس خستہ حال ویئر ہاؤس کی ٹوٹی کھڑکیوں سے اندر جھانک کر دیکھوں تو دور تک محض اندھیرا ہی دکھائی دیتا تھا۔ ادھڑی ہوئی دیواریں، گرد سے آٹی زنگ شدہ مشینیں اور بہت سے خوفیاں کمرے جہاں کبھی انسانی گوشت کو برف کی تہہ میں سونے کی طرح چھپا کر رکھا جاتا تھا۔ آج کسی بنجر قبرستان کی مانند لگتا تھا یوں جیسے اس جگہ کو جڑ سے اکھاڑ کر منہ کے بل پٹخ دیا ہو۔

انہی تاریک کمروں میں سے ایک کمرے میں پیلے رنگ کا بلب روشن تھا۔ دیواروں پر بہت سی تصویریں چسپاں تھیں اور ہر تصویر میں بس ایک ہی چہرہ تھا۔

حاج یوسف زندانی کا چہرہ۔۔۔۔۔

درمیان میں ایک ٹیبل رکھا ہوا تھا جس کے پیچھے ایک شخص سیاہ جینز اور ہالف آستین ٹی شرٹ کے اوپر سیاہ رنگ کا لیڈر جیکٹ پہنے کھڑا تھا۔ اس کا رخ دیوار کی جانب تھا۔ چہرے پر

سیاہ رنگ کا ماسک لگا تھا۔ جسے وہ ہمیشہ پہن کر رکھتا تھا۔ اُس کی آنکھیں بھورے رنگ کی تھیں۔

وہاں اس قدر خاموشی تھی کہ سانس لینے کی آواز بھی واضح سنائی دیتی تھی۔ اور اس خاموشی کا سینا چاک کرتی کسی کے قدموں کی چاپ نے اُس کے کان کھڑے کر دیئے۔

قدموں کی آواز بتدریج بڑھنے لگی اور پھر یکدم اُن آوازوں نے دم توڑ دیا۔ ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا تھا مگر وہ پرسکون انداز میں اپنے بازو سینے پر لپیٹے کھڑا تھا۔ جیسے وہ پہلے ہی جانتا ہو کہ وہاں آنے والا دوسرا شخص کون ہے۔

"پائی تھن میں نے اس لڑکی کی تمام انفارمیشن کلیکٹ کر لی ہے۔؟"

دوسرے شخص کے پکارنے پر وہ گہری سانس لیکر پیچھے مڑا۔

"کایا فیونا۔"

پائی تھن نے ٹیبل پر بکھریں کایا کی تصویروں کو دیکھتے ہوئے سرگوشی کی تو ٹیبل کے دوسری جانب کھڑے شخص نے ہاتھ میں پکڑی فائل کھول کر ٹیبل پر رکھ دی۔

"کایا فیونا کا تعلق افریقہ سے ہے۔ پچھلے ساڑھے پانچ سال سے ماسکو میں ایک معمولی سے آئیس کریم پارلر میں بطور کیشیئر کام کر رہی ہے۔ کرائے کے فلیٹ میں اکیلی رہتی ہے اور

"ہمم یہ تو وہ ہے جو دنیا کو بھی معلوم ہے ٹام۔" پائی تھن آنکھیں سکڑ کر ٹیبل پر جھکا

"مجھے وہ بتاؤ جو کسی کو نہیں معلوم۔" خشمگین انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے ٹام کو

دیکھا۔

"کایا فیونا۔۔۔۔۔ جسے پیسوں سے بہت زیادہ محبت ہے، اپنی چھوٹی موٹی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے امیر لڑکوں کو ڈیٹ کرتی ہے تاکہ اپنا لائف سٹائل مینسٹین کر سکے اور گھر والوں کی ضرورتوں کا خیال وہ بارز اور کلبرز میں ڈرگز بیچ کر کر لیتی ہے۔"

"لیکن مجھے ایک بات اب بھی سمجھ نہیں آرہی۔ پہلے تم نے عثمان خلجی کو حجاج کے ہاتھوں دھوکے سے مروا کر عیسیٰ اور حجاج کے درمیان غلط فہمی پیدا کی، پھر اُس رات شوٹر بھیج کر حجاج پر فائر کروایا اور پھر اس پر قاتلانہ حملہ کروا کر اس کی جان بھی خود ہی بچائی۔ اگر تم اس کو مارنا چاہتے ہو تو اس کو بجایا کیوں؟"

ٹام کی بات پر یائی تھن کے ہونٹ کے کنارے پر مسکراہٹ سمٹی۔

"تم سے یہ کس نے کہا کہ میں حجاج یوسف زندانی کو صرف مارنا چاہتا ہوں؟" ٹام کے چہرے پر الجھن پھیل گئی۔

"میں نے عیسیٰ اور حجاج کے درمیان پھوٹ اس لئے نہیں ڈالی کہ میں عیسیٰ کے ذریعے حجاج کو مروانا چاہتا تھا" وہ سیاہ جیکٹ کی جیب میں دونوں ہاتھ ڈالے ٹیبل کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا۔

"تو پھر؟"

"میں نے اُن دونوں کو الگ اس لئے کیا کیونکہ میں حجاج کی ساکت کمزور کرنا چاہتا تھا" کیسے؟"

"کہنے کو وہ دونوں حریف ہیں ٹام۔" رک کر ٹام کی جانب مڑ کر دیکھا

"لیکن پھر بھی اُن کے دل میں ایک دوسرے کے لئے نرم گوشہ تھا۔ وہ دونوں حریف تھے لیکن پھر بھی ساتھ تھے" حجاج کی تصویر کے سامنے اس کے قدم ساکن ہو گئے۔

"مگر اب وہ نرم گوشہ جہنم کی آگ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور یہ آگ حجاج کو جلا کر خاک کر دیگی"

"اگر ایسا تھا تو پھر اُس رات تم نے اُسے شوٹ کروانے کی کوشش کیوں کی؟"

وہ سمجھ نہیں پایا کہ آخر وہ چاہتا کیا تھا۔ حجاج اور عیسیٰ کو لڑوانا چاہتا تھا یا حجاج کو جان سے مارنا چاہتا تھا۔

"میں بس یہ چاہتا تھا کہ اس کے سینے میں عیسیٰ کی نفرت دوبارہ بھڑک اٹھے جو اُس لڑکی کے آجانے سے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ اسی لئے اُس رات بندے بھجوا کر میں نے حجاج پر قاتلانہ حملہ بھی کروایا تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ حجاج پر یہ سارے حملے عیسیٰ خلجی کروا رہا ہے"

آہستہ آہستہ اُسے ساری باتیں سمجھ آرہی تھی۔

"اس کا مطلب تم حجاج کو مارنا نہیں چاہتے اُسے ٹرپانا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔۔۔" سر نفی میں ہلایا

"میں اُسے ٹرپا ٹرپا کر مارنا چاہتا ہوں اور ایسا کرنے میں یہ لڑکی میری مدد کرے گی"

ٹیبیل پر پڑی کایا کی تصویر پر انگلی سے دستک دیتے ہوئے اس نے کہا

"لیکن یہ لڑکی حجاج کو کیسے مارے گی پائی تھن، نا ممکن۔۔۔ کایا فیونا اور حجاج کا دور دور تک کوئی کنیکشن ہی نہیں ہے"

یہ بات اُس کی سمجھ سے پرے تھی کہ آخر حجاج کو مارنے میں کایا اس کی کیسے مدد کر سکتی تھی جب کہ اس کی زندگی میں اب ایک لڑکی آچکی تھی۔

"یہ لڑکی حجاج کو نہیں مارے گی ٹام۔" ٹام کی آنکھوں میں حیرت انگیز تاثرات اُبھرے
 "کایا آلف داؤد ابراہیم کو مارے گی"

رشیا کے آسمان پر اچانک زور سے بجلی چمکی تھی۔

"وہ لڑکی مر جائے گی تو حجاج خود بخود مر جائے گا، مجھے حجاج کی جان نہیں روح چاہئے، اذیت
 سے بھری چیخیں چاہئے۔ میرے کلیجے میں بپا طوفاں تب ہی تھمے گا۔ جب میں اُسے درد سے
 ایڑیاں رگڑتے ہوئے دیکھوگا، موت تو بہت آسان سزا ہے میں تو اُسے زندگی دینا چاہتا ہوں
 جہاں وہ روز جنے گا، روز مرے گا"

کمرے کی بوسیدہ دیواریں، ٹیبل پر پڑی فائل اور ٹام سب اُسے حیرت سے تکتے رہ گئے۔
 "وہ کبھی آلف کو مارنے پر راضی نہیں ہوگی اُسے آلف بے حد عزیز ہے۔" ٹام نے کندھے
 اُچکائے

"کایا کو آلف نہیں پیسہ عزیز ہے وہ اُسے ضرور مارے گی"

یہ شخص خطرناک حد تک مکار تھا لوگوں کی کمزوری پر کب، کہاں اور کیسے وار کرنا ہے وہ
 بخوبی جانتا تھا۔

"واہ پائی تھن تمہاری عقل کو داد دیتا ہوں، ایک تیر سے دو شکار"

وہ محظوظ انداز میں تالی بجاتے ہوئے بولا۔

"سانپ سیڑھی میں جو ننالوے خانے میں بیٹھا سب سے بڑا سانپ ہوتا ہے نا، میں وہ سانپ ہوں مقابل کو تب ڈستا ہوں جب اُسے اپنی جیت کا یقین ہو جاتا ہے "

ٹام کے چہرے پر متاثر کن مسکراہٹ اُبھری تھی۔ "میرے لئے مزید کوئی آرڈر؟"
وہ سراپا سوال بن گیا۔

"نہیں ٹام تم اب جاسکتے ہو "

پاکٹ سے گن نکال کر انگلی سے صاف کی
"اس دنیا سے "

اور بجلی کی تیزی سے اُس نے کھڑے کھڑے دو گولیاں ٹام کے سینے میں اتار دیں۔ اُس کی آنکھوں میں پہلے حیرت اُتری پھر وہ حیرت دھیرے دھیرے خوف میں بدل گئی۔

"آئی ایم سو سوری ٹام لیکن میں صفائی پسند انسان ہوں۔ ہر کام بڑی صفائی سے کرتا ہوں۔ تم وہ واحد شخص تھے۔ جو میرے ارادوں اور ٹھکانوں سے اچھی طرح سے واقف تھے، اگر تمہیں زندہ چھوڑ دیتا تو مطلب اپنے خلاف ایک ثبوت چھوڑ دیتا"

ٹام گھٹنوں کے بل گرا، اس کے منہ سے خون اُبل رہا تھا۔

"م۔۔ میں نے تم پر اعتبار کیا تھا پائی تھن"

بندوق ٹیبل پر آہستگی سے رکھتے ہوئے وہ گھوم کر اُس کے پاس آیا۔

"ہم جس دنیا کے مسافر ہیں وہاں اعتبار جیسی نازک چیزوں کا کوئی کام نہیں، دیکھو چھ

لفظوں پر مبنی ایک معمولی سے الفاظ نے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا"

وہ مصنوعی افسوس سے اوپر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا اور پھر زور دار قہقہہ لگایا۔

"اور تم یہ کیسے فراموش کر سکتے ہو کہ میں پائی تھن ہوں۔ میری فطرت میں وفا نہیں صرف

ڈسنا ہے"

پنجوں کے بل بیٹھ کر انگلی کا رخ اپنی جانب کرتے ہوئے اس نے ٹام کی آنکھوں میں براہ

راست دیکھا تھا۔ کمرے میں پھیلی خاموشی کو پائی تھن کی زہریلی باتیں پانی کے ارتعاش کی

طرح توڑ رہی تھی۔ اور اسی کے ساتھ زمین پر اوندھے پڑے ٹام کا درد سے کپکپاتا جسم

ساکت ہو گیا۔

پائی تھن نے اپنی شناخت کو ہمیشہ اندھیرے میں رکھا تھا۔ بس اسی وجہ سے وہ اپنا چہرہ سیاہ

ماسک کے پیچھے چھپا کر رکھتا تھا۔ وہ کون تھا، اس کی کہانی کیا تھی اور حجاج سے اس کی کیا

دشمنی تھی۔ ان سارے سوالوں کے جوابات اس کے سینے میں دفن تھے۔ لوگ صرف اُسے

نام سے جانتے تھے۔ کسی نے بھی اُسے سامنے سے دیکھا نہیں تھا اور جس نے بھی آج تک

اُسے دیکھا، پھر اُس شخص کو دوبارہ کسی نے نہیں دیکھا۔ یہی اُس کے کام کرنے کا انداز تھا وہ کبھی بھی اپنے پیچھے ثبوت نہیں چھوڑتا تھا۔

“I’ll make sure you must don’t die but must not live either”

پلٹ کر حجاج کی تصویر کو دیکھتے ہوئے اس نے نفرت سے ہر ایک لفظ کو چباتے ہوئے کہا تھا۔

☆...☆...☆

جاری ہے۔۔

(تیرے عشق میں تباہ ہوا کا پہلا باب کا اختتام یہی پر ہوتا ہے۔ انشا اللہ اس ناول کا دوسرا باب بہت جلد آپ لوگوں کو پڑھنے کے لئے مل جائے گا۔ یہ ناول آپ کو کیسا لگا مصنفہ کے انسٹاگرام ہینڈل پر ڈی۔ایم کر کے لازمی بتائیں)

lg: @noorbano__official

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔۔۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَحِبَاب۔۔۔۔۔

ناولز کی دنیا کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔۔

ناولز کی دنیا "ویب سائٹ / گروپ / پیج" دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے --- اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں --- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی --- مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں ---

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

Youtube Channel: Novels Ki Dunya (NKD) Official

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے ان سب کے ---

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ ----